حصارِ مُحبت

نبیلہ عزیز



حصارِ محبت

وہ کب سے خیالوں کے بھنور میں ڈوبتی ابھرتی گہرے نیلے آسمان کو گھیرتے سفید بادلوں کو دیکھ رہی تھی، رفتہ رفتہ بادلوں کے اوپر تلے پہاڑ سے بننے لگے تھے اور مغرب کی طرف ڈوبتے سورج کی لو دیتی سنہری کرنوں سے بادل اور بھی سفید اور اُجلے اُجلے دکھائی دے رہے تھے، ماحول میں عجب سفید اور سنہرا پن بکھرا بکھرا سا محسوس ہونے لگا تھا۔ بہت سے پرندے ہواؤں سے شرارتیں کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ہوا پودوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی فضا میں خوشبوؤں نے بسیرا کر لیا۔

وہ سیڑھیوں پہ بیٹھی بہت دیر سے یہ مناظر دیکھ رہی تھی۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" پاس سے گزرتی ثمرہ نے رک کر پوچھا لیکن اس کی طرف سے کوئی بھی جواب موصول نہ ہوا۔ چند سیکنڈ بعد ثمرہ واپس آئی تو اس کو ہنوز ایک ہی انداز میں بیٹھے دیکھ کر ٹھہر گئی اور پھر قریب آ بیٹھی۔

"بیلی کیا سوچ رہی ہو؟" ثمرہ نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"سوچ رہی ہوں کہ کاش لوگوں کے دل بھی ان سفید بادلوں کی طرح اُجلے ہوتے کوئی میل کوئی کثافت نہ ہوتی، دل آئینوں کی طرح صاف ہوتے۔"

اس نے کہتے ہوئے حسرت بھری نظروں سے ان بادلوں کو دیکھا تھا۔ ثمرہ اس کی بات کی گہرائی کو فوراً ہی جان گئی تھی۔

"بیلی! سب کچھ ہماری اپنی نظروں کا فریب ہوتا ہے، ورنہ بھی اُجلے نہیں ہوتے اور بھی میلے نہیں ہوتے، ان بادلوں کو دیکھتے ہوئے تمہاری اپنی نظر میں اُجلا پن ہے جب ہی تمہیں یہ اچھے لگ رہے ہیں اگر تمہاری نظر میلی ہوتی تو یہ لاکھ اُجلے ہو جاتے تمہیں کبھی بھی اُجلے نہ لگتے۔" ثمرہ نے دلیل دی۔

"نہیں جو جیسا ہو وہ ویسا ہی نظر آتا ہے، وہ کبھی بدل نہیں سکتا نہ نگاہ سے، نہ ادا سے۔"

بیلی اپنے کہے پہ قائم تھی۔ ثمرہ نے سر جھکا لیا، پھر چند سیکنڈ بعد اس نے سر اٹھا کر بیلی کو دیکھا جو ابھی تک بادلوں کو ہی دیکھ رہی تھی اور بادل اب ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے بھاگتے جا رہے تھے۔ اور یقیناً اب کہیں اور جا کر ٹھکانہ کرنا چاہ رہے تھے۔

"بیلی اپنوں کو بیگانہ سمجھنے لگو گی تو بالکل تنہا ہو جاؤ گی۔ اور اگر سب کو اپنا سمجھنے لگو گی تو تمہیں لگے گا کہ دنیا ہی تمہاری ہو گئی ہے۔ پلیز اس۔۔۔۔"

"میں نے بھی تو ایک "اپنے" کو ہی چاہا تھا "اپنوں" نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا صلہ دیا؟ سب نفرت کی تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے۔ کیوں؟ کیا غلط کیا تھا میں نے؟ صرف محبت ہی تو کی تھی کیا محبت کرنا اتنا عظیم گناہ ہے کہ اپنے ہی ماں باپ منہ موڑ لیں اور اپنی اولاد کو سزا دیں؟"

نمرہ کی بات کو کاٹ کر وہ انتہائی دکھی اور گلوگیر لہجے میں دریافت کر رہی تھی۔ نمرہ اُس کی آنکھوں میں تیرتا پانی دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"پلیز بیلی! تم خوامخواہ ہی مما پاپا کو غلط سمجھ رہی ہو، وہ تو صرف تمہاری بھلائی چاہتے تھے۔"

"میری بھلائی چاہتے تھے تو اس کو جانے کیوں دیا؟ اسے روکا کیوں نہیں۔" وہ تلخ ہو گئی تھی۔ نمرہ نے فوراً صفائی پیش کی۔

"مما، پاپا نے روکا تھا ماموں اور پھوپھو نے بھی روکا تھا، وہ کسی کی بھی بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔" بیلی نے نمرہ کو شاکی نظروں سے دیکھا۔

"آپ کیوں جھوٹ بول رہی ہیں، کیا میں کچھ بھی نہیں جانتی؟" وہ اس کی بات پر یقین نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

"دیکھو بیلی۔"

"پلیز آپی کوئی بہانہ مت کریں جو ہو چکا سو ہو چکا، لیکن اب میں چاہتی ہوں ہم سب آزاد ہو جائیں میں اپنے دل پہ جبر کر لوں گی۔ باقی سب اپنی مرضی کر لیں۔ یہ رشتہ توڑ ڈالیں۔" وہ کہہ کے بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی۔ اسے بیلی کی بات پہ شاک لگا تھا۔ وہ کافی دنوں سے رباب کو کچھ بدلا بدلا اور مرجھایا سا محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆

شہاب رضوی اور احمد مرتضٰی میں بہت گہری دوستی اور محبت کا رشتہ تھا۔ انہوں نے یہ رشتہ مضبوط کرنے کی خاطر اپنے بچوں کی نسبت طے کر دی۔ شہاب رضوی کے صرف دو بچے تھے، حسام رضوی، عالیہ رضوی اور شہاب رضوی نے اپنے بچوں کو اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی لیکن انہوں نے سعادت مندی سے فیصلے کا حق اپنے ماں باپ کے سپرد کر دیا تھا، تب انہوں نے دونوں بچوں کی شادیاں احمد مرتضٰی کے بیٹے اسرار مرتضٰی اور بیٹی عائشہ مرتضٰی سے کر دی۔ دونوں دوست وٹے سٹے کے رشتے پہ مطمئن تھے۔ ان کو اپنے بچوں پہ بھروسہ تھا۔ احمد مرتضٰی کے چھوٹے دونوں بیٹے ابھی تک زیر تعلیم تھے، اسرار مرتضٰی اپنے والد کا بزنس سنبھال رہے تھے اور یہی حال حسام رضوی کا تھا وہ بھی بزنس میں اُلجھ چکے تھے اور اسی الجھن میں پانچ سال گزر گئے۔

اسرار اور عالیہ تین بچوں کے ماں باپ بن چکے تھے۔ حسام اور عائشہ ابھی تک اولاد جیسی نعمت سے محروم تھے۔ عائشہ بیگم نے دن رات اس کمی پہ رو رو کر اپنا حال خراب کر لیا تھا۔ ان پانچ سال میں انہوں نے اللہ کے حضور ڈھیروں دعائیں مانگی تھیں، بہت سے ڈاکٹرز سے علاج کروایا اور سبھی سے یہی جواب ملا کہ جب اللہ کی مرضی ہو۔ احمد مرتضٰی بھی بیٹی کے دکھ پہ بہت دکھی رہتے تھے اور شہاب رضوی اور جہاں آرا بیگم بھی اپنے بیٹے کے لیے دعائیں کرتی تھیں۔ سات سال شادی کو گزرے تو عائشہ بیگم کی امیدیں دم توڑ گئیں۔ وہ ڈھے گئیں، سب ان کا حوصلہ بڑھا رہے تھے مگر وہ امیدوں کے دیار سے دامن چھڑا آئی تھیں۔

"شاید میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ شاید مجھے اسی طرح محروم رہنا تھا میں اپنے ساتھ ساتھ حسام کو بھی۔"

"عائشہ کیسی پاگلوں جیسی باتیں کرتی ہو، جب وہ چاہے نظر کرم کر دے اور یہ بچے، یہ بھی تو تمہارے ہی ہیں؟"

عالیہ بیگم نے بچوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ عائشہ ان کی بھابھی بھی تھیں اور نند بھی۔

''پھوپھو آپ کیوں روتی ہیں۔ میں بنوں گا آپ کا بیٹا۔'' سات سالہ آویز نے آگے بڑھ کر عائشہ کے آنسو پونچھے تو عائشہ بیگم ششدر رہ گئیں۔ اسرار مرتضیٰ کا بڑا بیٹا آویز اپنی پھوپھی کو تسلی دے رہا تھا مان بخش رہا تھا سب کے سب حیرت سے دیکھنے لگے، البتہ اسرار مرتضیٰ کو اپنے بچے پہ فخر ہوا تھا۔

''پھوپھو کیا آپ مجھے بیٹا نہیں بنائیں گی؟'' اس نے یک ٹک دیکھتی عائشہ سے استفسار کیا تو عائشہ نے تڑپ کر بانہوں میں بھینچ لیا۔

''کیوں نہیں بناؤں گی، تم ہو ہی میرے بیٹے۔ تم نے میرے دل پہ مرہم رکھ دیا ہے۔ مجھے، مجھے اب کوئی شکایت نہیں، کوئی شکوہ نہیں اللہ سے صرف تیری زندگی کی دعا کرتی ہوں۔''

وہ آویز کو بھینچ کر پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھیں۔ سب کی پلکیں نم ہو گئیں اور آویز اپنی پھوپھو کے پاس آ گیا۔ حسام رضوی بھی اس کے آنے سے بے پناہ خوش تھے۔ گھر میں چھایا سناٹا ٹوٹ گیا تھا اب آنسوؤں کی جگہ مسکراہٹ دکھائی دینے لگی تھی۔

☆☆☆

''آویز، آویز!''

''جی مما؟'' وہ ریلنگ کے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا۔

''نیچے آؤ ذرا!'' انہوں نے گھور کر کہا تو وہ ٹھٹک گیا۔

''جی آ رہا ہوں، یہ شرٹ تبدیل کر لوں۔'' وہ شرٹ کی طرف اشارہ کر کے پلٹ گیا۔

''جی کہیے کیا حکم ہے؟'' وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے آستین کے بٹن بند کر رہا تھا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ ڈرائنگ روم کے صوفے پہ ان کے برابر آ بیٹھا۔ اور ان کو استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''تم بیلی کو سمجھاتے کیوں نہیں ہو؟'' ان کا انداز سخت اور تیور خاصے جارحانہ تھے وہ ٹھٹک گیا اور پھر فوراً سنبھل بھی گیا تھا۔

''کیوں کیا ہوا؟''

''اس کو خود چھوٹ دے رکھی ہے تم نے اور پوچھتے ہو کیا ہوا۔ آج مسز ہمدانی کے بیٹے کو مار کر آئی ہے اور اس کی سائیکل بھی توڑ کر آئی ہے وہ ہمارے گھر آ کر سو باتیں سنا رہی تھیں۔'' عائشہ بیگم حد سے زیادہ غصے میں تھیں۔

''تو اور کیا کرے، ابھی بچی ہی تو ہے بچپن میں یہ سب تو چلتا ہے، آپ کو پتا ہے جب میں لوگوں کو مارتا تھا اور.....'' آویز نے کہتے کہتے اپنی دھن میں عائشہ بیگم کو دیکھا تو ایک دم بریک لگ گئے۔ وہ سخت نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں اس نے سر کھجایا۔

''وہ مما۔''

''آویز!'' انہوں نے سختی سے کہا۔ اور اس کی جگہ صفائی دینے سے روکا۔

''اوکے، اوکے امی میں اسے سمجھا دوں گا بلکہ ابھی سمجھا دیتا ہوں۔ بیلی، بیلی باہر آؤ۔'' وہ بلند آواز سے بیلی کو پکارنے لگا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے خود بھی سمجھانا آتا ہے، آئندہ میں خود دیکھ لوں گی۔" وہ کہہ کے چلی گئیں تب تک بیلی وہاں آ چکی تھی۔

"ادھر آیئے محترمہ" اس نے اپنے سامنے آنے کا اشارہ کیا۔ بیلی اس کے سامنے آ گئی۔

"تم نے مسز ہمدانی کے بیٹے کو کیوں مارا؟" وہ حتی الامکان کوشش کرتے ہوئے اپنے لہجے کو سخت بنا رہا تھا۔

"اس نے میری سائیکل روکی تھی۔" گیارہ سالہ بیلی دوٹوک اور واضح انداز میں بات کر رہی تھی۔

"اس نے تمہاری سائیکل کیوں روکی؟ اور سائیکل روکنے پہ کسی کو مارتے تو نہیں؟" آویز نے گھورا۔

"وہ کہتا ہے مجھ سے دوستی کر لو۔۔۔ اور جب ہم بڑے ہو جائیں گے تو پھر ہم شادی کر لیں گے، اگر مما، پاپا نہیں مانے تو کورٹ میرج کر لیں گے مجھے غصہ آ گیا میں نے اس کو مارا اور پھر تب چھوڑا جب اس نے مجھ سے معافی مانگی۔"

بیلی تحمل سے اپنا اسٹیٹمنٹ ریکارڈ کروا رہی تھی۔ آویز بھونچکا سا دیکھتا رہ گیا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو بیلی؟"

"آپ کو پتا ہے مجھے جھوٹ اچھا نہیں لگتا۔" وہ نپے تلے لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"پھر تو تم نے بالکل ٹھیک کیا، اب اس ڈفیل کو میں دیکھ لوں گا۔ شاباش! تم یہ لو چاکلیٹ اور ہاں اب اگر ایسی بات کرے تو ہاتھ پاؤں توڑ دینا بے غیرت کے۔" آویز نے چاکلیٹ نکال کر دی اور بیلی مسکرا اٹھی۔

"اور ہاں مما کو مت بتانا ورنہ وہ میری کلاس لیں گی۔" اس نے بیلی کو تنبیہ کی وہ سر ہلا کر چلی گئی تھی۔

"او تو یہ کام آپ کی شہ پہ ہو رہے ہیں۔" ثمرہ اور نمرہ اچانک نمودار ہوئیں تو آویز ٹپٹا گیا۔

"آہستہ بولو مما سن لیں گی۔" اس نے رعب سے کہا۔

"بھائی کیوں اس کو بگاڑ رہے ہیں، مما کتنی پریشان ہوتی ہیں آپ سمجھانے کی بجائے الٹا اس کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں۔" ثمرہ نے خفگی کا اظہار کیا۔

"پگلی! اس نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا۔ اس نے ایک لڑکے کی بدتمیزی پر اسے مار کر سبق سکھا دیا تو کیا میں یہ کہوں کہ وہ برا کر کے آئی ہے۔ آج اگر میں اسے روکوں گا تو آئندہ بھی چاہے کوئی اسے تنگ کرتا رہے وہ اسے کچھ نہیں کہہ پائے گی اس لیے بہتر ہے کہ اس کو یہ احساس دلاؤں کہ وہ برے کو سزا دے سکتی ہے اپنا بچاؤ کر سکتی ہے اسے پورا اختیار ہے بلکہ ہر لڑکی کو ہونا چاہیے، جو بات سے نہ سمجھے اپنے ہاتھ سے سمجھا دو۔" آویز ان کے سروں پہ چپت لگا کر چلا گیا تھا۔ نمرہ اور ثمرہ اک دوجے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

☆☆☆

آویز کے آنے کے ایک سال بعد ہی عائشہ بیگم کے آنگن میں ثمرہ آ گئی وہ لوگ بہت خوش تھے، جب انہوں نے امید سے تعلق توڑ لیے تھے، جب سسک سسک کر رونا چھوڑ دیا تو ان کی گود بھر گئی۔ ثمرہ ابھی ایک سال کی ہوئی تھی کہ نمرہ نے آ کر رونق میں اضافہ کر دیا تھا۔ عائشہ بیگم آویز کو بہت خوش بخت سمجھتی تھیں جس نے پہلے اپنے وجود سے اور پھر بہنوں کے وجود سے ان کے آنگن کا سناٹا دور کر دیا تھا۔ آویز کو بھی ثمرہ اور نمرہ سے بہت

محبت تھی وہ بھی ان سے چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہتا تھا لیکن جب وہ چودہ سال کا ہوا تو پھوپھو نے رباب کو جنم دیا اور آویز کے تو گویا دل کی مراد بر آئی تھی آویز نے ہی اس کا نام "رباب" تجویز کیا۔ کوئی بھی اس نام کو ورد نہ کر سکا اور یوں رباب بیلی بن گئی۔ وہ بیلی سے بہت اٹیچ تھا اس کی ذرا سی تکلیف پہ تڑپ اٹھتا تھا اور عائشہ بیگم سے زیادہ بیلی کی کیئر کرتا تھا۔ وہ ضدی اور ہٹ دھرم سی بیلی کھلونا آویز کے لیے ایک دلچسپ کھلونا تھی۔ وہ اسے تنگ کر کے خوش ہوتی اور وہ اس کی معصوم ضدوں سے تنگ ہو کر خوش ہوتا تھا۔ اس کی ہر بات مان لیتا اس کی ہر ضد پوری کر دیتا تھا اور باقی سب اس کو روکتے رہ جاتے تھے۔

"آویز تم اسے بگاڑ رہے ہو۔" عائشہ بیگم اکثر کہتیں۔

"اگر بگڑ گئی تو سنوار بھی میں ہی لوں گا۔ جو بگاڑنا جانتے ہیں ان کو سنوارنا بھی آتا ہے۔" وہ لاپروائی سے دلیل دیتا تو وہ چپ ہو جاتیں۔

رفتہ رفتہ بیلی کی ضدیں پروان چڑھتی گئیں۔ وہ منہ زور ار منہ پھٹ ہو گئی تھی اس پہ بھی آویز کو کوئی اعتراض نہیں تھا، وہ سمجھتا تھا کہ سچ بیان کرنا چاہیے، چاہے وہ کتنا ہی کڑوا کیوں نہ ہو اور بیلی، آویز کے کہے پہ ہی عمل کرتی تھی کیونکہ وہی اس کے زیادہ قریب تھا۔

☆☆☆

"ہیلو ایوری باڈی۔" مبشر نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا وہ سب چونک گئیں۔

"ہائے مبشر بھائی ہاؤ آر یو؟" بیلی نے دور سے ہی خوش دلی سے کہتے ہوئے ہاتھ لہرایا۔ البتہ ثمرہ وہاں سے کھسک گئی۔

"کیا ہو رہا تھا؟" اس نے ثمرہ کی مصروفیت کو دیکھا۔ وہ لکڑی کے گول فریم میں کپڑا لگائے موتی ٹانک رہی تھی۔ ثمرہ بھی یہی کام کر رہی تھی لیکن مبشر کی آمد پہ ادھورا چھوڑ کر چلی گئی۔

"عنقریب ہونے والی شادیوں کے لیے اپنے پسندیدہ ڈریس بنا رہی ہیں۔" ثمرہ نے مسکرا کر وضاحت دی۔

"یہ کیوں نہیں بناتی؟" اس نے بیلی کی طرف اشارہ کیا وہ چپس کھاتے ہوئے ناگواری سے گردن ہلانے لگی۔

"اتنی محنت مجھ سے نہیں ہوتی، مارکیٹ جاؤں گی اور ان سے زیادہ خوبصورت ڈریس لے کر آؤں گی۔" وہ اپنے شاہانہ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔ مبشر مسکرا دیا۔

"اتنی ہٹی کٹی ہو تھوڑی سی محنت کر بھی لو تو کوئی خاص فرق نہیں پڑنے والا، آخر اتنا کھاتی ہو۔" مبشر اسے چھیڑ رہا تھا۔ ثمرہ بھی مسکرانے لگی۔

"میں ہٹی کٹی ہوں تو آپ کو کیا تکلیف ہے، آپ اپنی فکر کریں۔" وہ چوٹ کر رہی تھی۔ مبشر قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"آپ کیا لیں گے؟" ثمرہ سب کچھ سمیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"تم بیٹھو اپنا کام کرو، میں خود جا کر کہہ دیتا ہوں۔" مبشر بہت آرام سے کہتا کچن کی سمت بڑھا۔

"بات سنیں مبشر بھائی!" بیلی نے پیچھے سے آواز دی۔

"ہاں کہو۔" وہ ٹھہر گیا۔ کچن میں جانے کے لیے سخت بے قرار ہو رہا تھا۔

"آویز بھائی آج گھر پہ ہی ہیں۔"

"کیا؟"

بیلی کی اطلاع پہ مبشر سچ بوکھلا گیا اور پھر کچن میں جانے کا ارادہ ترک کر کے دوبارہ صوفے پہ آبیٹھا اور ثمرہ سے مخاطب ہوا۔

"پلیز ایک گلاس جوس منگوا دو۔" ثمرہ اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے اٹھی اور اندر ثمرہ کے پاس چلی گئی۔ بیلی نے دونوں ہاتھ جھاڑے چپس کا پیکٹ ڈسٹ بن میں پھینکا اور اپنے جاگرز کس کے باہر جانے کو تھی۔

"کہاں جا رہی ہو بیلی؟" مبشر تنہائی کے خیال سے بول پڑا۔

"میں ذرا نوشی کی طرف جا رہی ہوں اور ہاں آویز بھائی گھر پہ نہیں ہیں۔" اس نے کہتے ہی باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"بیلی!" مبشر چیخ اٹھا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ مبشر بیلی کے چھوٹے ماموں اظہار مرتضیٰ کا بیٹا تھا اور چند ماہ پہلے ہی ثمرہ اور مبشر کی انگیج منٹ ہوئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور مبشر تو اکثر ہی موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ ثمرہ سے کسی نہ کسی طرح بات ہو سکے اور آج بیلی کی وجہ سے اس کی ملاقات کا چانس ختم ہو گیا تھا۔ وہ دونوں اندر کھڑی ہنسی سے بے حال ہو رہی تھیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے کیوں دانت نکالے جا رہے ہیں؟" مبشر کچن کی چوکھٹ میں آ کر تقریباً جل کر بولا تھا۔

"آپ کی ذہانت اور عقل پر آپ کو داد دی جا رہی ہے ایک بچی سے بے وقوف بن گئے کیا آپ نے گیراج میں آویز بھائی کی گاڑی دیکھی تھی؟" ثمرہ نے مذاق اڑایا تو مبشر کو بدحواسی کا اعتراف کرنا پڑا۔

"کچھ بھی ہو اس بیلی کی بچی کو چھوڑوں گا نہیں، بدلہ ضرور لوں گا۔" اس نے عزم سے کہا اور ثمرہ کھلکھلاتی ہوئی باہر نکل آئی۔

"آپ کیوں بار بار آتے ہیں، مجھے اچھا نہیں لگتا آخر کچھ ہی عرصہ بعد شادی بھی ہے۔ آویز بھائی نے بھی دیکھ لیا تو کیا سوچیں گے۔" ثمرہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"یار ایک تو تم لوگوں نے اپنے بھائی کو ہوا بنا رکھا ہے۔ یہ ہو گا وہ ہو گا اور......"

"ثمرہ جلدی پانی لے کر آؤ بہت پیاس لگی ہے۔" عائشہ بیگم کی آواز پہ مبشر بھی سٹپٹا گیا تھا اور ثمرہ جگ لے کر ہوا ہو گئی۔ عائشہ بیگم ابھی ابھی مارکیٹ سے لوٹی تھیں۔ آج کل ان کے بازاروں کے چکر لگ رہے تھے اور بہن کا فرض ادا کرنے کی دھن میں آویز بھی دن رات ہر کام کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا اس وقت بھی وہ آفس کے بعد عائشہ بیگم کو لے کر جیولری شاپ پہ گیا ہوا تھا جہاں آرا بیگم بھی ہمراہ تھیں۔

"ارے مبشر بیٹا تم کب آئے؟" عائشہ بیگم خوش دلی سے کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔

"بیٹھیں پھپھو میں ابھی ابھی آیا ہوں کہ آپ بھی آ گئیں۔" اس نے حسرت سے کہتے ہوئے ڈرائنگ روم سے باہر نکلتی ثمرہ کو کن انکھیوں سے دیکھا۔

"ارے مبشر آیا ہے۔" آویز اندر داخل ہوا تو اس کو دیکھ کر بشاشت کا مظاہرہ کیا۔

"جی میں آیا ہوں۔" وہ مرہلا کر بولا۔ انداز دھیما تھا لیکن ثمرہ کی ہنسی نہیں تھم رہی تھی۔

☆☆☆

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم آج کالج نہیں گئیں؟" آویز لنچ کرنے گھر پہنچا تو ثمرہ کو کچن میں کھڑے روٹیاں بناتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس وقت عائشہ بیگم بناتی تھیں اور آج خلاف توقع ثمرہ کو دیکھ کر تشویش ہوئی۔

"آپ کو کسی کی کیا خبر کوئی مرے یا جیے آپ کو تو تب خبر ہوگی جب آپ کی "رباب صاحبہ" کو کچھ ہوگا۔" ثمرہ نے شکوہ کیا اور یہ شکوہ تو اکثر ہی ثمرہ اور نمرہ دونوں کرتی تھیں کہ آویز ان سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنی بجلی سے کرتا ہے۔

"تم دونوں پگلی ہو میری نظر میں تم تینوں برابر ہو۔ بس اتنا فرق ہے کہ وہ چھوٹی ہے اور اس کی کیئر زیادہ کرنی پڑتی ہے اور تم دونوں بڑی ہو سمجھدار ہو اس لیے مجھے فکر نہیں ہوتی تو خیر چھوڑو اس بات کو...... کیا ہوا تھا تمہیں؟ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"رات بخار ہو گیا تھا اور پھر صبح تک سر درد کرتا رہا اس لیے کالج نہیں جا سکی۔"

"مما کہاں ہیں؟" اس نے اپنے مطلب کی بات پوچھی گھر میں داخل ہوتے ہی وہ سب سے پہلے مما کا پوچھتا تھا۔

"بڑے ماموں کی طرف گئی ہیں۔ بھابھی کی طبیعت خراب تھی۔" ثمرہ نے آویز کے والد اسرار مرتضیٰ کا ذکر کیا۔ آویز سے چھوٹے میری بیوی امید سے تھی۔ اس لیے انہوں نے عائشہ بیگم کو بلایا تھا۔

"اور وہ تمہیں یونہی بیمار چھوڑ کر چلی گئیں ڈاکٹر کو بھی نہیں دکھایا۔ چلو چھوڑو یہ کام میں تمہیں لے چلتا ہوں۔" آویز کرسی گھسیٹ کر اٹھنے لگا جب ثمرہ نے فوراً روک دیا۔

"نہیں نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں صبح چائے کے ساتھ میڈیسن بھی لی تھی تب ہی تو اس وقت آپ کو کام کرتی نظر آ رہی ہوں۔ آپ کھانا کھائیں سب کچھ تیار ہے۔"

اس نے کھانا ٹیبل پہ لگا دیا۔

"نمرہ نہیں آئی؟" آویز نے نوالہ توڑنے سے پہلے پوچھا۔

"نہیں اس نے آج پیپر کے بعد لائبریری بھی جانا تھا اور پرنسپل سے بھی ملنا تھا۔" ثمرہ اپنی پلیٹ میں سالن نکال رہی تھی۔

"اور دھماکے دار سرکار؟" آویز نے بجلی کا پوچھا تھا۔ ثمرہ مسکرائی۔

"بھئی دھماکے دار چیزوں کا ذکر نہیں کرتے کسی وقت بھی دھماکہ ہو سکتا ہے۔" حسام رضوی بھی ہاتھ دھو کر اندر آ چکے تھے۔ آویز کی بات کا جواب دیتے ہوئے کرسی پہ بیٹھے تو ثمرہ اور آویز دونوں ہی ہنس پڑے۔ ابھی وہ لوگ باتوں میں مصروف تھے کہ باہر دھماکے کی آواز سنائی دی۔

"لیجیے محترمہ آ گئی ہیں۔" ثمرہ نے آویز کو مطلع کیا وہ بھی یہ آواز سن چکا تھا۔

"میرے کپڑے!" اس نے ڈرائنگ روم سے ہی آواز دے کر کہا۔

"باتھ روم میں لٹکا آئی ہوں بدل لو۔" ثمرہ نے بھی وہیں بیٹھے بیٹھے جواب سے نوازا۔

"پہلے مجھے کھانا دو بھوک لگی ہے۔" بجلی کو جب معلوم ہو گیا کہ کپڑے تیار ہیں تو اس کا موڈ بدل گیا۔

"پہلے کپڑے تبدیل کرلو میں کھانا لگاتی ہوں۔"

"نہیں مجھے پہلے کھانا کھانا ہے، پھر کپڑے تبدیل کروں گی۔" وہ کہتے ہوئے کچن میں آئی اور آویز کے ساتھ ساتھ حسام رضوی کو بھی دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"جاؤ پہلے یونیفارم تبدیل کر کے آؤ۔" آویز نے سنجیدگی سے حکم دیا تو وہ شرافت سے پلٹ گئی اور تھوڑی دیر بعد کپڑے تبدیل کیے کھانے کی ٹیبل پہ موجود تھی۔

"مما کہاں ہیں؟" خلاف معمول ان کی جگہ ثمرہ کو دیکھ کر پوچھنا ہی پڑا۔

"بڑے ماموں کی طرف گئی ہیں۔" ثمرہ اس کے لیے سالن نکالنے لگی بیلی خود گلاس میں پانی انڈیل رہی تھی۔

"کیوں؟" اس نے یونہی سرسری لہجے میں پوچھ لیا۔

"نادیہ بھابھی کی طبیعت خراب تھی کیا؟" ثمرہ نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ فون کی بیل ہونے لگی۔

"السلام علیکم۔" اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔

"مبارک ہو بیٹا تم چاچو بن گئے ہو، سمیر کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔" عائشہ بیگم دوسری طرف چہک رہی تھیں۔

"خیر مبارک آپ لوگ کون سے اسپتال میں ہیں؟" وہ ایڈریس لکھنے لگا اور پھر اس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے حسام رضوی اور بیلی کو بتایا۔

"سمیر کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

اور بیلی نے شور مچا دیا کہ اس نے ابھی اسپتال جانا ہے۔

"دیکھو بیلی! مما نے کہا ہے کہ جس نے بھی آنا ہو وہ شام کو آئے ابھی ڈاکٹرز نے ملنے سے منع کیا ہے اور کافی رش بھی ہے۔" اس نے بیلی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ پاؤں پٹخ کے واویلا کر رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں سننا مجھے ابھی اسپتال جانا ہے۔" وہ اپنی ضد پہ قائم تھی اور آویز اسے سمجھاتے سمجھاتے غصے میں آ گیا۔

"شٹ اپ آرام سے بیٹھو! کہا تو ہے شام کو چلیں گے۔" اس کی تیز آواز پہ بیلی تھم گئی اور پھر بھاگتی ہوئی منظر سے اوجھل ہو گئی۔ آویز خفگی سے دیکھتا ہوا باہر نکل گیا اسے آفس میں کام تھا۔

☆☆☆

شام کو ثمرہ، ثمرہ حسام رضوی اور آویز مرتضٰی جانے کے لیے تیار کھڑے تھے لیکن بیلی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"بیلی کہاں ہے اسے بھی بلاؤ نا۔" حسام رضوی نے کہا تو ثمرہ نے آویز کو دیکھا۔

"میں بلانے گئی تھی وہ کہتی ہے اسے نہیں جانا آپ چلے جائیں۔"

"ارے کیوں نہیں جاتا گھر پہ اکیلی کیسے رہے گی؟" آویز کو حیرت ہوئی وہ دن کی بات بھول چکا تھا اسی لیے اسے بلانے بھی چلا آیا۔

"بیلی کیوں چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ضدیں باندھ لیتی ہو، نادیہ بھابھی نے خود دوبار فون کیا تھا۔ میں تمہیں صبح ہی لے جاسکتا تھا لیکن ایک بزنس میٹنگ کا ٹائم طے ہو چکا تھا اس لیے اگر لیٹ ہوتا تو سب کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑتی اور تم......" وہ خفگی کا اظہار کرنے لگا کچھ کچھ جھنجلایا ہوا تھا۔

"آپ کو برا لگا۔" وہ معصومیت سے گویا ہوئی آویز نرم پڑ گیا۔

"نہیں یار میں یہ نہیں کہتا کہ تم ضد نہ کرو۔ تم ضد کرو لیکن اس بات پہ کرو جس پہ باقی لوگوں کو اعتراض نہ ہو، اس بات پہ کرو جو آسانی سے پوری کرسکوں اور جو باقی سب بھی مان جائیں۔" آویز نے اس کو سمجھانے کی اک ادنیٰ سی کوشش کی۔

"لیکن جو بات سب مان جائیں پھر اس پہ تو ضد ہو ہی نہیں سکتی ضد تو اسی بات پہ ہوتی ہے جس کو کوئی نہ مانے جس کو کوئی بھی پورا نہ کرنا چاہے۔" بیلی کے جواب پہ آویز مرتضیٰ چند لمحے بس اسے دیکھتا رہ گیا۔ اسے بیلی سے اس قدر گہرائی کی امید ہرگز نہ تھی۔

"لیکن یار صرف مجھ سے کرو نا، دیکھو اب تمہارے نہ جانے کی وجہ سے نادیہ بھابھی کو کتنا برا لگے گا؟" بیلی اس کی بات پہ سوچنے لگی۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں۔" وہ شرارت سے بولی۔

آویز نے شکر ادا کیا تھا نادیہ اور بچے کو ڈسچارج کر کے گھر بھیج دیا گیا تھا اور جب وہ سب پہنچے تو رونق میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"کیا آویز اس دم چھلے کے بغیر نہیں آسکتا تھا؟" بیلی کے سب سے چھوٹے ماموں نثار مرتضیٰ کی بیٹی رمشہ نے ناگواری سے کہا تو سمیر سے چھوٹی سارہ نے حیرت سے اپنی چچازاد کے چہرے پہ پھیلی ناگواری کو دیکھا۔

"کیا مطلب، آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟" سارہ کو اعتراض ہوا۔

"میرا مطلب ہے کہ اس گھر میں پہلی بار خوشی آئی ہے اور آویز اس بچے کا بڑا چاچا ہے صبح سے نہیں آیا بھائی کے بیٹے کا خیال نہیں کیا اب وہ آئی ہے تو وہ بھی آیا ہے یعنی وہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔" رمشہ نجانے کیا جتانا چاہ رہی تھی۔

"ہاں تو اور کیا وہ ان کی چھوٹی بہن ہے اس کی کیئر وہ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ ہم سے زیادہ ان کا حق ہے آویز بھائی پہ؟"

"اونہہ چھوٹی بہن اور حق۔" رمشہ کہہ کے وہاں سے ہٹ گئی اور سارہ الجھنے لگی اسے رمشہ کی بات کافی بری لگی تھی۔

آویز نے بچے کو گود میں لے رکھا تھا ینگ جنریشن کو کھلونا ہاتھ آچکا تھا۔

"اس کا نام کیا رکھا ہے؟" بیلی نے ذرا ٹھہر کر بھابھی سے پوچھا۔

"تم رکھو۔" وہ اسے اجازت دے رہی تھی۔

"انس!" اس نے مسکرا کر کہا اور پھر سب نے ہی سراہا۔

"بہت اچھا ہے یہ نام۔" جہاں آرا بیگم کو بھی پسند آیا جو تین روز سے "مرتضیٰ لاج" میں تھیں۔

"چلو دادی نے پسند کرلیا تو سب نے پسند کرلیا۔" آویز ہنس دیا۔ بیلی کو نام منتخب ہو جانے پہ خوشی ہو رہی تھی۔

☆☆☆

اسرار مرتضیٰ کے تین بیٹے آویز، سمیر اور ظہیر تھے اور دو بیٹیاں سارہ اور عمارہ تھیں۔

آویز "مرتضیٰ لاج" سے جا چکا تھا اس لیے "مرتضیٰ لاج" میں بڑا بیٹا سمیر کو ہی سمجھا جاتا تھا اسی لیے اس کی شادی بھی پہلے کر دی گئی تاکہ گھر میں بہو آسکے۔ نادیہ سمیر کی اپنی پسند تھی اور کافی اچھی لڑکی تھی کسی نے بھی شادی پہ اعتراض نہیں کیا تھا۔ ان سے چھوٹے اظہار مرتضیٰ کے دو بیٹے، بشر اور مدثر اور دو بیٹیاں رامین اور زرین تھیں۔ بشر کی منگنی اپنی پھوپھی کی بڑی بیٹی ثمرہ سے ہو چکی تھی اور ثمرہ کے پیپر ختم ہونے کے بعد شادی کا ارادہ تھا۔ سب سے چھوٹے نثار مرتضیٰ کا ایک بیٹا رامش اور دو بیٹیاں رمشہ اور ناجیہ تھیں رامش اور زرین کی شادی بھی ثمرہ اور بشر کے ساتھ ہی ہونا تھی، البتہ رمشہ اپنے سب سے بڑے کزن آویز مرتضیٰ پہ دل و جان سے فدا تھی وہ آویز کا پل پل انتظار کرتی تھی لیکن وہ "مرتضیٰ لاج" کبھی کبھار ہی چکر لگاتا تھا۔ جس پہ رمشہ کو بڑا اعتراض ہوتا اور غصہ بھی آتا تھا لیکن جب بھی آتا بیلی اس کے ساتھ ضرور ہوتی اسی وجہ سے رمشہ کو بیلی کا ہر وقت آویز کے ساتھ چپکے رہنا ناگوار گزرنے لگا اسے بیلی پہ آویز کا اس قدر پیار لٹانا برا لگنے لگا تھا پہلے وہ یہ ناگواری دل میں دبائے رکھتی مگر اب ڈھکے چھپے انداز میں اظہار بھی کرنے لگی تھی لیکن اس کا یہ اظہار کسی کو بھی اچھا نہ لگا۔ وہ لوگ اکثر رمشہ کو گھورنے لگتے تھے اور رمشہ نے یہی طنز کے تیر اب بیلی کی سمت موڑ دیے تھے۔ بیلی چھوٹی تو تھی مگر پھر اگنور کر جاتی اسے رمشہ کی باتوں کا مفہوم سمجھ نہیں آتا۔

☆☆☆

''آویز میں صاف صاف پوچھ رہی ہوں آخر تمہارے ارادے کیا ہیں؟'' عائشہ بیگم نے سختی سے کہا تو آویز نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

''سویٹ مام! میرے ارادے آج بھی وہی ہیں جو میں نے آپ کو پہلے ہی بتا دیے تھے۔ میں اپنی بہنوں کے فرض سے فارغ ہوئے بنا اپنی شادی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ جب میں ان تینوں کے فرض سے آزاد ہوگیا پھر خود آپ سے کہوں گا کہ مام میری شادی کر دیں۔'' وہ آخر میں شرارت سے بولا۔

''وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن بیٹا بیلی ابھی چھوٹی ہے اور اس کی شادی کی جلدی بھی نہیں، تم کیا اس کے فرض سے فارغ ہونے کے لیے انتظار کرو گے؟''

''ہاں کیوں نہیں بیلی کے رخصت ہوتے ہی آپ میرے لیے لڑکی ڈھونڈ لیجیے گا۔'' وہ لاپرواہی سے بولا۔

''لیکن آویز میں چاہتی ہوں ثمرہ کو رخصت کر کے تمہاری دلہن لے آؤں ایک وقت میں دو ارمان پورے ہو جائیں گے۔''

''ارے نہیں مام! آپ کو ایک وقت میں ایک ہی ارمان پورا کرنا ہے وہ بھی بھرپور طریقے سے۔ آپ آرام سے ثمرہ کی شادی پہ توجہ دیں، وقت کم ہے۔'' اس نے عائشہ بیگم کو بہلایا۔

''آویز! میر تم سے چھوٹا ہو کر باپ بھی بن چکا ہے اور تم۔''

''اوہ مام! یہ بھی کوئی مقابلہ بازی ہے؟'' آویز نے قہقہہ لگاتے ہوئے ان کو بانہوں میں گھیر لیا۔

''آپ فکر نہ کریں میں بہت جلد دادا بن کے دکھاؤں گا۔'' اس کی شرارت پہ وہ خفگی سے دیکھتی اٹھ گئیں اور آویز بہت دیر تک دل کھول کر ہنستا رہا۔

''ہائے۔'' بیلی نجانے کدھر سے آ کر آویز کے پاس صوفے پہ دھپ سے بیٹھ گئی۔

''بہت خوش لگ رہے ہیں؟'' وہ چپس کھاتے ہوئے دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

''بس یار مما کی باتوں پہ ہنس رہا ہوں، مائیں کتنی معصوم ہوتی ہیں۔'' ''میرا تو خیال ہے مائیں چالاک ہوتی ہیں۔'' بیلی آنکھیں مٹکا کے بولی۔ آویز کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

''بدتمیز سب کو اپنے جیسا سمجھتی ہو۔''

''یعنی کہ میں چالاک ہوں؟'' وہ آویز کو گھورتی ہوئی اس پہ جھپٹ پڑی اور ڈرائنگ روم کی چوکھٹ میں کھڑی رمشہ کا دل شعلوں میں گھر گیا۔ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

''کیا آپ لوگ گھر میں ہر وقت یہی کچھ کرتے رہتے ہیں؟'' وہ اندر آ گئی بیلی اور آویز نے رک کر اسے دیکھا۔

''رمشہ تم کب آئیں؟'' وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

''تھوڑی دیر پہلے آئی ہوں۔ آپ سنائیں کیسے ہیں گھر کا چکر ہی نہیں لگاتے۔ کیا آپ کو اپنے مما پاپا کی یاد نہیں آتی؟'' رمشہ شاپنگ بیگ

سائیڈ پر رکھ کے ان کے مقابل صوفے پر براجمان ہو گئی۔

''ابھی میں اپنے گھر میں ہوں اور اپنے ماما پاپا کے پاس ہوں اس سے آگے میں کچھ نہیں جانتا۔'' وہ بے تکے لہجے میں بولا تو رمشہ لب بھینچ گئی۔ بیلی لاپروائی سے بیٹھی آویز کے موبائل کو چھیڑنے لگی اور سامنے بیٹھی رمشہ کو اس کی حرکتیں بے حد بری لگ رہی تھیں۔

''ہم شاپنگ کرنے کب چلیں گے؟'' اس نے آویز کو شرٹ سے کھینچ کے متوجہ کیا۔

''مایوں سے ایک روز پہلے۔'' وہ کہہ کے کھڑا ہو گیا اور والٹ اور موبائل لے کر جیب میں رکھنے لگا۔

''آپ لوگ بیٹھیں میں ثمرہ، غمرہ کو دیکھتا ہوں۔'' وہ وہاں سے نکل گیا۔

''یہ کیا ہر وقت بچی بنی رہتی ہو۔'' رمشہ نے اسے گھورا۔

''چپس کھانے سے بچی بن جاتے ہیں؟'' وہ شرارت سے بولی۔

''یہ تو میں کہہ رہی ہوں چپس کھانے سے تم بچی نہیں بن سکتیں۔ تم ایک جوان لڑکی ہو تمہیں یوں لڑکوں کے ساتھ چپک کے بیٹھنا زیب نہیں دیتا بلکہ تمہیں خود شرم آنی چاہیے ہمارے ہاں لڑکوں کے ساتھ اس انداز کو پسند نہیں کیا جاتا تم تو پھر بڑی ہو چکی ہو۔'' رمشہ کو اپنا غبار نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔

''لیکن وہ کوئی غیر تھوڑی ہیں وہ تو میرے بھائی ہیں۔''

''اف اتنی معصوم مت بنو بیلی، بھائی صرف وہی ہوتا ہے جو آپ کا ماں جایا اور آپ کے باپ کا خون ہو اس کے علاوہ کوئی بھی بھائی نہیں ہو سکتا، چاہے وہ کتنا ہی اپنا کیوں نہ ہو۔'' رمشہ اک اک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہی تھی اور وہ حیرت اور بے یقینی سے رمشہ کی صورت دیکھے جا رہی تھی بچپن سے ہی ثمرہ، غمرہ اور بیلی کو علم ہو گیا تھا کہ آویز اسرار ماموں کا بیٹا ہے اور عالیہ بیگم کے حوالے سے پھوپھی کا بیٹا بھی ہے، پھر بھی ان بہنوں نے اس بات کا کبھی نوٹس نہیں لیا تھا۔ ہمیشہ اسے سگا بھائی سمجھا تھا اور آویز نے بھی کبھی ان کو یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ ان کا ماں جایا نہیں ہے مگر رمشہ نجانے کس رنگ میں بات کر رہی تھی بیلی کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا لیکن ذہن ضرور کھٹک گیا تھا۔

''اور اپنا حلیہ دیکھا ہے تم نے کبھی۔ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھو تو دوپٹے کی ضرورت محسوس ہو گی تمہیں!''

رمشہ اس پہ ایک کاٹ دار نگاہ ڈال کر اٹھی اور اپنے شاپنگ بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی وہ صرف آویز کے لیے یہاں آئی تھی، وہی چلا گیا تھا اب رکنے کا کیا فائدہ بیلی اپنی جگہ پہ ابھی بھی بیٹھی اپنے حلیے کو دیکھ رہی تھی ڈھیلا سا نیوی بلو ٹاؤزر اور ٹی شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح کم سن بچی ہی لگ رہی تھی لیکن رمشہ تو نجانے کیا کیا احساس دلا گئی تھی۔

☆☆☆

زرین اور ثمرہ کے پیپر ختم ہوتے ہی شادیوں کے ہنگامے جاگ اٹھے۔ شادی کی تیاریاں جو پہلے سست رفتاری سے چل رہی تھیں اب زور پکڑ گئیں۔ ''مرتضیٰ لاج'' اور ''رضوی ولا'' میں رونقیں عروج پہ تھیں کوئی ادھر آ رہا تھا اور کوئی ادھر جا رہا تھا۔ ''رضوی ولا'' میں صرف ثمرہ کی شادی تھی البتہ ''مرتضیٰ لاج'' میں دو شادیاں تھیں اس لیے زیادہ رش بھی وہیں تھا۔ سب سے پہلے ثمرہ اور مبشر کی شادی طے پائی تھی اور دوسرے روز زرین اور

رامش کی شادی تھی۔

آج مہندی کی رسم تھی۔

"آویز بھائی کیسی لگ رہی ہوں میں؟" وہ تیار ہو کر نکلی تو آویز اپنے کمرے سے آ رہا تھا۔ بیلی کی آواز پر تھم گیا۔

"بہت پیاری!" وہ اس کا گال تھپک کر نیچے اتر گیا اور پھر ثمرہ کے کمرے میں موجود کزنز بیلی کو دیکھ کر عش عش کر اٹھی تھیں وہ آج پہلی بار اس طرح تیار ہوئی وہ سب سے منفرد نظر آ رہی تھی۔

"بچی دوپٹا ٹھیک سے اوڑھو....." جہاں آرا بیگم (دادی) نے تنبیہ کی تو بیلی ٹھٹک گئی۔ وہ مہندی لے کر "مرتضیٰ لاج" گئے اور کافی دیر تک رسمیں کرتے رہے۔ گانوں کا مقابلہ ہوا لڑکے بل کر بھنگڑا ڈالتے رہے پھر وہ لوگ مہندی کی رسم کرنے "رضوی ولا" آئے۔ گھر بھر میں ہجوم اور ہنگامہ جاری تھا۔ لڑکیاں رات دیر تک ثمرہ کے ہاتھوں پیروں پہ مہندی کے نقش و نگار بناتی رہیں اور نیند کے ہاتھوں مجبور بیلی ہر کمرے میں اپنے لیے جگہ تلاشتی رہ گئی تھی اور جب تھک ہار گئی تو نیند سے بند ہوتی آنکھوں سے ایک کمرہ خالی دیکھ کر صوفے پہ گر گئی۔ اسے آگے پیچھے کا کوئی ہوش نہیں تھا..... رات بھر اگلے دن کی تیاریوں میں مصروف رہنے کے بعد آویز صبح کے قریب بیڈ روم میں داخل ہوا تو بیلی کو صوفے پہ آڑا ترچھا پڑے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"بیلی! بیلی!" اس نے پکارا مگر وہ گہری نیند میں تھی۔ ایک ہاتھ نیچے لٹک رہا تھا۔ آویز قریب آیا اور بیلی کا احتیاط سے ہاتھ اوپر کر کے نرمی سے اس کا گال تھپکا اور اس پہ کمبل ڈال کر خود شاور لینے کی غرض سے باتھ روم میں چلا گیا۔

"آویز! احسام کدھر ہے؟" باہر سے جہاں آرا بیگم کی آواز سنائی دی تب تک آویز کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔

"وہ اوپر کپڑے چینج کرنے گئے ہیں۔" آویز کہہ کے آگے بڑھ گیا تھا ابھی فجر کا وقت تھا جہاں آرا بیگم لڑکیوں کو نماز کے لیے اٹھانے لگیں اور پھر بیلی کو نہ پا کر ان کو تشویش بھی ہوئی۔

"بیلی کہاں ہے؟" انہوں نے عائشہ بیگم سے دریافت کیا۔

"سو رہی ہو گی کہیں!" وہ کہہ کے نیچے آ گئیں جہاں آرا بیگم مطمئن نہ ہوئی تھیں۔ انہوں نے ہر جگہ دیکھ لیا مگر وہ نہ ملی وہ دوبارہ اوپر آئیں تو بیلی ان کو آویز کے کمرے سے نکلتی ہوئی دکھائی دی۔

"تم کہاں تھیں میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں؟" ان کی سانس ناہموار تھی۔

"سو رہی تھی ابھی اٹھی ہوں۔" اس نے آنکھیں مسل کر کہا۔ اس پہ ابھی بھی نیند غالب تھی۔ وہ تو آویز کے سائیڈ ٹیبل پہ دھرے کلاک کا الارم نجانے کس نے سیٹ کر رکھا تھا کہ نماز کے وقت بج اٹھا اور بیلی کی آنکھ کھل گئی۔

"کہاں سو رہی تھیں؟" جہاں آرا بیگم کا ماتھا ٹھنکا کیونکہ وہ آویز کے کمرے کے سامنے کھڑی تھی۔ بیلی نے مڑ کر کمرے کو دیکھا۔

"شاید آویز بھائی کے کمرے میں سو گئی تھی۔"

"اور آویز؟" وہ کافی سخت اور سرد آواز سے پوچھ رہی تھیں۔

"پتا نہیں وہ تو شاید کمرے میں ہی نہیں آئے۔" اس نے جمائی کو بمشکل روکا اور نیند سے بوجھل آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی۔

"وہ ابھی ابھی کمرے سے ہی نکل کر گیا ہے تمہیں خود احساس نہیں ہے کہ تم اب بڑی ہو چکی ہو تمہیں احتیاط کرنی چاہیے، یہ کیا کہ جہاں دل چاہا سو گئیں وہ بھی کسی مرد کے کمرے میں!" جہاں آرا بیگم کو ناگوار گزرا اور بیلی نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر ان کو دیکھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہیں اور انہوں نے کڑی نگاہوں سے اسے جانچا اور بیلی ان کی باتوں، ان کی آنکھوں کا مطلوب جان کر لرز اٹھی۔ اسے اپنا سر چکراتا ہوا لگ رہا تھا۔ اس کی رنگت متغیر ہوتی گئی اور پھر ثمرہ کی رخصتی تک وہ سب کچھ غائب دماغی سے دیکھتی رہی اسے اپنے اور آویز کے رشتے پہ دادی کی ناگواریت اور رمشہ کی مشکوک ناپسندیدہ باتیں اک دوراہے پہ لے آئی تھیں اور رہی سہی کسر چند دن بعد چھوٹی ممانی کی باتوں نے کر دی۔

بیلی، ثمرہ کے اصرار پر سنڈے کے روز "مرتضیٰ لاج" آئی ہوئی تھی اور آویز ہی اسے آفس جاتے سے پہلے چھوڑ کر گیا تھا۔ بیلی، رامش اور زرین سے ملنے ان کے پورشن کی طرف آئی تو بڑے کمرے کے آگے سے گزرتے ہوئے آویز کا نام سن کر ٹھٹک گئی۔

"پتا نہیں اس کی شادی کہاں کریں گی یہ عائشہ بیگم؟" چھوٹی ممانی کی بہن کا چہرہ ادھ کھلے دروازے سے نظر آ رہا تھا۔

"مجھے تو بڑی چالاک لگتی ہیں یقیناً اسے بیلی یا پھر نمرہ سے بیاہیں گی اسی لیے تو اپنی بیٹی کی شادی کر دی لیکن اس کی ابھی تک منگنی بھی نہیں کی۔" چھوٹی ممانی کا لہجہ سلگ رہا تھا۔ بیلی سن ہو گئی تھی۔

"آویز بھائی کی شادی مجھ سے ممکن ہے؟" اس نے حیرت سے سوچا اور ذہن میں نجانے کون کون سے در وا ہوتے چلے گئے تھے۔

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میرا تو خیال ہے چھوٹی بیٹی سے بیاہے گی آخر اس شہزادی کے نازنخرے بھی تو بہت اٹھائے جاتے ہیں۔" بیلی نے اپنے قدموں پہ کھڑا رہنے کے لیے دیوار پہ ہاتھ رکھ کر خود کو سہارا دیا۔

"لیکن راشدہ میں تو چاہتی تھی رمشہ کی بات آویز سے طے ہو جاتی تو اچھا تھا بہت ہونہار سپوت ہے وہ!"

چھوٹی ممانی نے اپنی بہن کو اپنی خواہش بتائی اور سیڑھیوں پہ آہٹ سن کر بیلی آگے بڑھ گئی تھی لیکن واپسی پہ اس کے دل میں اک انقلاب برپا تھا۔ اک حشر اٹھ رہا تھا۔ اک قیامت تھی۔ وہ رفتہ رفتہ اس مقام پہ پہنچ گئی، جہاں کی نشاندہی وہ سب لوگ اپنی باتوں اور اپنے شکوک و شبہات سے کر رہی تھیں۔ اسے ان لوگوں نے ایک عجیب سوچ دے ڈالی اک انوکھی راہ پہ دھکیل دیا تھا اور اس راہ سے پلٹنا اب یقیناً مشکل بھی تھا اور ناممکن بھی۔

☆☆☆

بیلی میں رونما ہونے والی تبدیلیاں، ہر ایک کے لیے باعث حیرت تھیں۔ گھر کے تمام افراد اس کا یا پلٹ پہ بے یقین تھے، ہر وقت کی بھاگ دوڑ ہر وقت کا لڑنا جھگڑنا۔ بھنوں سے دنگا فساد سب ختم ہو گیا، نجانے وہ کن سوچوں اور کن مصروفیات میں گھری اپنے بیڈ روم میں بند رہتی کہ عائشہ بیگم تشویش میں مبتلا ہو گئیں اور آویز تو بری طرح جھنجلا رہا تھا۔ ثمرہ جا چکی تھی۔ بیلی اپنی عادتوں سے منہ موڑ چکی تھی اور بے چاری نمرہ کالج کے چکروں اور گھر کے کاموں میں ماں کا ہاتھ بٹاتے ہوئے گھن چکر بن چکی تھی۔ آویز گھر میں داخل ہوتا تو اس خاموشی اور تنہائی سے بے زار ہونے لگتا آج بھی وہ تنگ آ کر بیلی کے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔

"یار کیا کر رہی ہو، آج کل کون سا دورہ پڑ گیا ہے جب دیکھو کمرے میں۔" وہ غصے سے کہہ رہا تھا۔ بیلی اس کو دیکھ کر سنبھل کے بیٹھ گئی...... اس نے بیلی کو دیکھا وہ گردن جھکائے بیٹھی تھی اور کچھ مضطرب بھی لگ رہی تھی۔

"بیلی پلیز اٹھو! نیچے چلتے ہیں یا پھر کہیں باہر چلتے ہیں؟" اس نے بیلی کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن وہ خود ہی یکدم کھڑی ہو گئی اور دو قدم پیچھے بھی ہٹ گئی۔

"لیکن وہ میرا ٹیسٹ ہے صبح اور مجھے تیاری کرنی ہے۔"

اس نے آہستگی سے کہا۔ وہ نجانے کیوں آویز سے، اس کی قربت سے گریز کرنے لگی تھی اور حتی الامکان اس سے دور رہنے کی کوشش کرتی تھی اور اپنی اس کوشش میں وہ کبھی کبھار ناکام ہو جاتی تھی کیونکہ آویز اس کو کہیں نہ کہیں سے گھسیٹ ہی لاتا تھا۔ آج بھی وہ بیلی اور نمرہ کو زبردستی گھمانے لے گیا تھا۔ خلاف معمول نمرہ باتوں میں آویز کا ساتھ دے رہی تھی اور وہ خاموش بیٹھی رہی۔

"بیلی کیا بات ہے کیوں اتنی چپ چپ رہنے لگی ہو۔ کوئی پرابلم ہے تو ہم سے شیئر کرو پلیز۔ میں بہت ڈسٹرب ہو رہا ہوں!" آویز رات اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں......" وہ اپنے بیڈ سے اٹھ گئی۔

"کیوں بیلی......"

"میں پڑھنا چاہتی ہوں آپ چلے جائیں پھر کبھی بات کریں گے!" وہ اس کے اپنے کمرے میں آنے پر اب حقیقتاً پریشان ہونے لگی تھی۔ اسے آویز مرتضیٰ کو اب دور دور سے دیکھنا اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ اب اس کی آمد پہ نہیں اس کی آہٹوں پہ سرشار ہوتی تھی۔ وہ اب اس کے سامنے نہیں اس کے تصور سے باتیں کرتی تھی اسے آویز کا اپنے لیے پریشان ہونا بہت اچھا لگتا تھا مگر اس وقت اسے آویز کی یہ تشویش پریشان کر رہی تھی۔

"بیلی تم ہم سے کچھ چھپا رہی ہو کیا؟" آویز نے اسے کندھوں سے پکڑ کے سامنے کیا تو وہ اپنی کیفیت کا راز فشا ہو جانے کے خیال سے گھبرا کر پلکیں جھکا گئی۔

"میں کچھ نہیں چھپا رہی بلیو می۔" اس نے یقین دلانا چاہا۔ آویز نہ مانا تو وہ لپک کر بیڈ روم سے نکل گئی اور وہ ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا اور پھر آویز نے عائشہ بیگم کو بھی یہ مسئلہ بتا دیا تھا وہ بھی اسی نکتے پہ غور کر رہی تھیں۔

"میں آویز سے شادی کرنا چاہتی ہوں، میں ان سے محبت کرتی ہوں......" اپنی فرینڈ سے فون پہ بات کرتی بیلی گردوپیش سے بے خبر تھی لیکن باہر سے گزرتی عائشہ بیگم پہ بم پھٹ گیا تھا۔ گھر کی چھت ان کے سر پہ آ رہی تھی۔

"بیلی!" وہ اس کے سر پہ آ کے دھاڑیں اور بیلی کانپ گئی۔

"یہ...... یہ میں کیا سن رہی ہوں؟" بیلی کی پلکوں کو جھکتے دیکھ کر بات کی سچائی کی تصدیق ہو گئی تھی۔

"ہاں مما مجھے آویز سے محبت......"

ان کے تھپڑ نے بیلی کو بات مکمل نہیں کرنے دی۔

"بکواس بند کرو اپنی۔" وہ لرز رہی تھیں، ان کو اپنی سماعتیں سلگتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"مما میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے آویز سے محبت ہے...... مجھے ان سے شادی کرنی ہے...... ورنہ، ورنہ میں مر جاؤں گی۔" بیلی روتے اور مار کھاتے ہوئے ایک ہی بات کہے جا رہی تھی اور شور کی آواز سن کے اندر آنے والی جہاں آرا بیگم اور نمرہ چکرا گئی تھیں۔

"میں تیری زبان کاٹ دوں گی۔ تیرا گلا دبا دوں گی تو نے ایسا دوبارہ کہا بھی تو......" عائشہ بیگم نے زندگی میں پہلی بار اپنی اولاد پہ ہاتھ اٹھایا تھا اور اب اس ہاتھ کو روکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"پاگل مت ہو عائشہ حوصلے سے کام لو۔" جہاں آرا بیگم نے آگے بڑھ کے بہو کو روکا۔

"چھوڑیں اماں اس لڑکی نے میری تربیت کو بدنام کر دیا ہے۔ میں اسے آج ہی زندہ گاڑ دوں گی۔" انہوں نے بیلی کو بری طرح پیٹ ڈالا تھا لیکن وہ یہ سب کر کے اسے اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹا سکی تھیں۔ وہ اتنا تشدد سہنے کے بعد بھی اپنی بات پہ ڈٹی رہی۔

☆☆☆

سائیں سائیں کرتا چابک اس کے جسم کے ساتھ ساتھ دل و دماغ پہ پڑا تو بلبلا کر رہ گیا اس نے حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے جہاں آرا بیگم کو دیکھا اور پھر یقین اور بے یقینی کے درمیان ڈولنے لگا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیلی اس رشتے کو کچھ اور نام دے دے گی وہ اس کی محبتوں کے غلط معنی نکال لے گی۔ وہ اسے شرمندگی اور ندامت کے کنوئیں میں دھکیل دے گی۔ وہ یوں لوگوں میں تماشا بن کے رہ جائے گا۔ اس کا ضمیر اس کو کچوکے لگائے گا۔ اس نے صوفے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"دادی آپ کو کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟" وہ اپنی آخری امید کو ٹوٹنے سے بچانا چاہ رہا تھا۔

"بیٹا! غلط فہمی مجھے نہیں اسے ہوگئی ہے، وہ تمہارے لاڈ پیار کو زندگی بھر کے لیے صرف اپنا سمجھنے لگی ہے، اسی لیے کہتے ہیں رشتہ جو بھی ہو جیسا بھی ہو فاصلہ ہی اچھا ہوتا ہے میں تو اسے پہلے ہی ٹوکتی تھی لیکن کیا فائدہ یہ دن دیکھنا ہی تھا۔"

"اوہ میرے خدایا......" آویز نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

رفتہ رفتہ یہ خبر "مرتضیٰ لاج" بھی پہنچ گئی وہاں بھی سب افراد بھونچکے رہ گئے تھے۔ عائشہ بیگم بخار میں پھنکنے لگیں۔ حسام رضوی الگ بیٹی کی حرکت پہ نادم تھے۔ نمرہ بھی چپ چپ تھی گھر بھر میں بے سکونی اور سناٹے کا راج تھا۔ آویز بمشکل اپنے آپ کو عائشہ بیگم کا سامنا کرنے پہ آمادہ کر پایا تھا۔

"مام......" وہ ان کے قریب ہی بیڈ پہ آ بیٹھا اور ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"کاش! میں بے اولاد ہی رہتی، کاش! تم ہی میرے بیٹے ہوتے اور کوئی بھی میری اولاد نہ ہوتی، کاش میں نے اولاد کے لیے اتنی دعائیں نہ مانگی ہوتیں۔" وہ آویز کا سر آغوش میں لیے رو پڑیں...... اور اس کا سر چومنے لگیں۔

"مام پلیز! میری خاطر چپ ہو جائیں، غلطی شاید اس کی نہیں میری اپنی تھی، میں کیوں اس کی ضدیں پوری کرتا رہا، کیوں ثمرہ اور نمرہ سے

زیادہ اس کی کیئر کرتا رہا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور ہمارا تو پھر رشتہ ہی......" آویز کا لہجہ بھاری ہونے لگا تو اٹھ کر باہر نکل آیا۔

"آویز بھائی کھانا کھالیں!" ثمرہ نے کہا مگر آویز سر جھٹک کر جواب دیے بنا پاس سے گزر گیا بیلی کی حرکت نے آویز کی نظر میں سب رشتوں کو نامعتبر کر دیا تھا۔ وہ ہر رشتے سے بدظن ہو گیا تھا۔ اسے اب کسی پہ اعتبار نہیں رہا تھا۔

نفرت کی انتہا پہ پہنچتے ہوئے آویز مرتضیٰ نے نکاح نامے پہ سائن کیے تھے اور پھر دس منٹ بعد وہاں سے آندھی طوفان کی طرح اٹھ کر گاڑی لے کر نکل گیا تھا اور بیلی، آویز مرتضیٰ کو پالینے کی سرشاری میں جیسے دنیا ہی بھول بیٹھی تھی۔ اس نے بہت طمانیت سے پلکوں کو موند کر آویز مرتضیٰ کی شبیہ کو دل کے ہر منظر پہ سجا لیا تھا۔ اس نکاح، اس رشتے اور اس فیصلے پہ جہاں آرا بیگم، اسرار مرتضیٰ اور عالیہ بیگم رضامند ہوئی تھیں، ورنہ حسام رضوی، عائشہ بیگم اور باقی کچھ لوگ بھی اس فیصلے پہ معترض تھے، لیکن اسرار مرتضیٰ اسپتال میں بیلی کی حالت دیکھ کر موم ہو گئے تھے چند روز پہلے باری باری سب نے بیلی کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی لیکن وہ نہ مانی اور تنگ آ کر آویز نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس کو دیکھنے سے احتراز کر رہا تھا اسی لیے نظر جھکا رکھی تھی۔

"بیلی! تم مجھے ندامت کی اتنی گہری دلدل میں دھکیل دو گی مجھے ہرگز امید نہ تھی، میں ہمیشہ تمہیں ثمرہ اور نمرہ کی طرح چھوٹی.....!"

"پلیز میں آپ کی بہن نہیں ہوں بھائی وہی ہوتے ہیں جو ماں جائے ہوں اور جن سے باپ کے خون کا رشتہ ہو۔ آپ میرے کزن ہیں میری پھپھو اور میرے ماموں کے بیٹے ہیں۔ میرا اور آپ کا نکاح جائز ہے آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں آپ سے محبت کرتی ہوں دیٹس اٹ!" اس نے کندھے اُچکائے اور اس کی زبان درازی اور دیدہ دلیری دیکھ کر آویز اپنے ہاتھ پر قابو نہ رکھ سکا۔ بیلی چکرا کر دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

"میں تم سے نفرت کرتا ہوں دیٹس اٹ!" وہ غرایا اس کا جی چاہ رہا تھا بیلی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے یا اس کی دھجی دھجی بکھیر ڈالے۔

"آپ مجھ سے نفرت کر ہی نہیں سکتے۔" وہ منہ سے نکل آنے والے خون کو ہاتھ سے روک رہی تھی۔

"ہاں وہ آویز جس کو تم آویز بھائی کہتی تھیں وہ تم سے نفرت نہیں کر سکتا تھا مگر اب تم نے خود مجھے آویز مرتضیٰ بنا دیا ہے اور آویز مرتضیٰ کے دل میں اس وقت جتنی رباب رضوی کے لیے نفرت ہے اتنی کسی کے لیے بھی نہیں ہو گی۔"

"مجھے آپ کی یہ محبت بھری نفرت بھی قبول ہے۔" آویز کے کاٹ دار انداز پہ وہ نرمی سے مسکرائی تو آویز بولا۔

"جو کچھ تم چاہتی ہو تم مر بھی جاؤ تو بھی وہ نہیں ہو گا، سمجھیں تم۔" وہ غرایا اور بیلی پھر مسکرا اٹھی۔ اسے زندگی میں پہلی بار آویز کا یہ سلگتا بھڑکتا روپ دلکش لگ رہا تھا۔ وہ پہلی بار اس کا یہ انداز دیکھ رہی تھی۔

"تو پھر مر جاؤں؟" انتہائی معصومیت سے پوچھا گیا۔

"کاش تم سچ مچ مر جاؤ۔" وہ اس کو دھکیل کر کمرے سے نکل گیا تھا اور بیلی نے اسی رات عائشہ بیگم کی گفتگو بھی سن لی۔

"میں کل ہی نثار بھائی کے گھر جا کر آویز کا رشتہ طے کر رہی ہوں یا پھر آویز کی پسند پوچھ کر اس کی شادی کر دیتی ہوں۔"

اور بیلی کانپ کے رہ گئی۔ اسے اپنی ماں سے ایسی امید ہرگز نہ تھی اور پھر وہ زہریلی گولیاں نگل بیٹھی اور اتفاقاً ثمرہ کو پتا چل گیا تھا۔ اس نے

شور مچادیا، بہت مشکل سے دروازہ توڑ کر اسے نکالا گیا اور پھر اسپتال لے گئے۔ دو دن وہ زندگی اور موت کے ہاتھوں کھلونا بنی رہی۔ آویز خود پتھرا چکا تھا عائشہ بیگم اور حسام رضوی جیسے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے تھے لیکن اسرار مرتضیٰ (آویز کے والد) اسپتال میں بھانجی کو دیکھ کر آخری فیصلے پر پہنچ گئے، بیوی اور اپنی ساس جہاں آراء بیگم سے مشورہ کیا ثمرہ سے پوچھا سب ہی ان کے فیصلے پر متفق تھے اور پھر نجانے کیسے انہوں نے آویز، عائشہ بیگم اور حسام رضوی کو رضامند کیا تھا اور رباب کے اسپتال سے ڈسچارج ہوتے ہی گھر آ کر انہوں نے آج ان کے نکاح کی رسم ادا کردی تھی۔ نثار ماموں کی فیملی میں سے کوئی بھی خوش نہیں تھا، البتہ اسرار مرتضیٰ اور اظہار مرتضیٰ کی فیملیز میں یہ خوشی محسوس کی جاسکتی تھی ابھی صرف نکاح ہوا تھا رخصتی کچھ عرصے تک ملتوی کردی گئی تھی۔

☆☆☆

مجھے ڈر ہے پڑانے والوں نے یہ نہ سوچا

کہ میں چھوڑ دوں گا یہ رستہ بھی، وہ رستہ بھی

"میں امریکہ جارہا ہوں۔" بہت دنوں بعد آویز نے کوئی بات کی تھی لیکن ایسی بات جس سے سب حیرت زدہ رہ گئے اور عائشہ بیگم کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔

"کل میری فلائیٹ ہے۔" اس نے دوسرا دھماکا کیا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹا؟" حسام رضوی کو دکھ ہوا۔

"جی میں ٹھیک کہہ رہا ہوں، میں نے کافی دنوں سے وہاں جاب کے لیے اپلائی کر رکھا تھا۔ مجھے جاب آفر ہوئی ہے تین دن بعد مجھے ڈیوٹی جوائن کرنی ہے اور بس۔"

وہ پانی پی کر نیپکن سے ہاتھ پونچھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ رباب کم ہی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی تھی اسی لیے آج آویز کا فیصلہ اور سندیسہ جدائی نہ سن سکی۔ اسے تب علم ہوا جب دوسرے روز آویز ایئر پورٹ جانے کے لیے گاڑی میں اپنا سامان رکھ رہا تھا......

"یہ سب کیا ہے کسی نے مجھے بتایا بھی نہیں؟" رباب حیرت سے گنگ کھڑی تھی۔ آویز، نمرہ اور ثمرہ سے مل کر گاڑی میں بیٹھ گیا اور پھر عائشہ بیگم اور حسام رضوی بھی بیٹھ گئے۔ آویز کی گاڑی بیلی کی نگاہوں کے سامنے او جھل ہوگئی تھی۔ ثمرہ، مبشر کے ساتھ اس کی گاڑی میں چلی گئی۔ نمرہ اندر آگئی اور وہ وہیں بیرونی دروازے کے ستون کے پاس کھڑی اپنے آپ کو خالی خالی محسوس کرنے لگی تھی۔ آویز اس سے دور ہوگیا تھا۔ وہ یہ ملک ہی چھوڑ گیا تھا وہ اس کا اپنا ہو کر بیگانہ ہوگیا تھا۔ رباب کو اس سب سے کیا ملا تھا؟ صرف جدائی۔!

جہاں آویز کو پالینے کی سرشاری نے اسے دنیا سے بیگانہ کیا تھا وہاں اب اس کی جدائی نے ایک انجانے درد سے دوچار کردیا تھا اس کی جدائی کا شاید وہ دکھ کر وہ سہہ ہی لیتی لیکن عائشہ بیگم کا بیلی سے قطع تعلق اور بہنوں کا خفا خفا انداز، باپ کی بے رخی اور بے اعتباری کزنز کے نشتر بھرے جملے دادی کا اول روز سے شک سے لبریز انداز رباب کو بہت جلد نڈھال کر گیا تھا وہ اپنے آپ کو غلط تصور کرنے لگی تھی ماں باپ سے شکوے شکایات

پیدا ہو گئے تھے۔ وہ رشتوں سے متنفر ہو چکی تھی وہ گھر میں رہتے ہوئے بھی اس گھر سے کٹ کے رہ گئی تھی۔

اس کے کسی بھی اچھے برے سے کسی کو کوئی مطلب نہ تھا۔ وہ اپنوں کی اپنائیت سے دلبرداشتہ ہو چکی تھی۔

☆☆☆

''مما! بیلی کو بہت تیز بخار ہے آپ ڈاکٹر بلا لیں۔'' ثمرہ نے ماں کو آ کر اطلاع دی رباب کالج سے لوٹی اور ہمیشہ کی طرف کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

''تم خود کال کر کے بلا سکتی ہو۔'' عائشہ بیگم آج بھی روز اول کی طرح رباب کے معاملے میں سخت تھیں۔ وہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی بیلی کے لیے دل صاف نہ کر سکی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ رباب کی وجہ سے ان کا بیٹا ان سے جدا ہو گیا چار سال سے وہ آویز کی جدائی سہہ رہی تھیں وہ اس کو دیکھنے کے لیے ترستی تھیں۔ ہزاروں مرتبہ فون پہ واپسی کا اصرار کر چکی تھیں لیکن وہ ایک ہی جواب دیتا کہ وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔ وہ بھی پاکستان کا رخ نہیں کرے گا اور عائشہ بیگم دل مسوس کے رہ جاتیں تب ان کا جی چاہتا وہ اسے گولی مار دیں۔

ان چار سالوں میں انہوں نے ایک بار بھی بیلی سے رو برو بات نہ کی اس کو مخاطب نہ کیا، جتنی دفعہ وہ بیمار ہوئی جہاں آرا بیگم نے ہی اس کی کیئر کی تھی۔ وہ خود کو صرف آویز مرتضیٰ کی ماں سمجھتی تھیں۔

ان کے لیے آویز ہی سب کچھ تھا وہی ان کی کائنات تھا اس کے لیے دن رات روتی تھیں اس سے ملنے کو ترستی تھیں۔

''آپ سے میں بھی آخری بار کہہ رہی ہوں مجھے آپ کی قسم، میں تب تک شادی نہیں کروں گی جب تک مجھے رخصت کرنے آپ نہیں آئیں گے اور آپ جانتے ہیں میں نے کبھی ضد نہیں کی لیکن یہ میری پہلی اور آخری ضد ہے۔'' ثمرہ نے کہہ کے لائن منقطع کر دی اور پھر صوفے پہ آ بیٹھی تھی۔ عائشہ بیگم بھی تھوڑی دیر پہلے بیٹے سے بات کر چکی تھیں۔ ثمرہ کی سسرال والے اب شادی پہ اصرار کر رہے تھے اور وہ چاہتی تھیں کہ آویز واپس آئے تب یہ فرض ادا کریں۔ ثمرہ کے لائن کاٹنے پہ وہ فکر مند ہو چکا تھا اس لیے دوبارہ ٹرائی کرنے لگا اب بھی ثمرہ نے ہی کال ریسیو کی۔

''ثمرہ پلیز بات تو سن لو......''

''بھائی! میں کہہ چکی ہوں کیا اس گھر میں آپ دونوں کی ضدیں چل سکتی ہیں، بیلی نے ضد کی اور شادی کر لی۔ آپ نے ضد کی اور چار سال دور بیٹھے گزار دیے۔ ہم کچھ بھی نہیں ہیں؟ ہم نے آج تک بیلی کے کیے کی اسے سزا دی ہے کبھی اس سے ہنسی خوشی بات نہیں کی، کبھی اس کی تکلیف پہ اسے تسلی دلاسا نہیں دیا، کبھی اس کے قریب نہیں گئے اور نہ اسے اپنے قریب آنے دیا۔ اسے ایک گھر میں رہتے ہوئے اپنے سے دور کر دیا جیتے جی مار دیا اس کو کیوں؟ کیونکہ وہ غلط تھی، اس نے غلطی کی تھی، اس نے رشتوں کے رنگ اور معنی بدل دیے تھے۔ اس نے ہم کو دکھ دیا تھا اور آپ! آپ بھی تو اس سے کم نہیں ہیں آپ نے بھی تو کچھ اچھا نہیں کیا وہ دکھ کا باعث بنی تو آپ نے اذیت سے ہم کنار کر دیا۔

کیا یہ کسی ماں کے لیے اذیت نہیں کہ وہ بیٹے کی آواز سننے اور صورت دیکھنے کو ترسے کیا یہ کسی باپ کے لیے اذیت نہیں کہ بیٹا جوان ہوا اور وہ کاروبار میں اکیلا دھکے کھاتا رہے۔ کیا یہ کسی بہن کے لیے اذیت کا مقام نہیں کہ اس کی ڈولی بھائی کے بغیر اٹھے...... یہ سب اذیت ہے بھائی اور ہم یہ

اذیت اٹھا رہے ہیں آپ بھی اتنے ہی قصوروار ہیں جتنی بیلی تھی آپ نے بھی ہم کو دکھ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی......لیکن، لیکن بھائی اس سے پہلے کہ دکھ کی ہوا سے ہمارے احساس سرد ہو جائیں آپ واپس آ جائیں۔ اس سے پہلے کہ مما کو احساس ہو کہ آپ ان کے بیٹے نہیں اور مجھے احساس ہو کہ آپ میرے بھائی نہیں پلیز آپ لوٹ آئیں ابھی سب کچھ مٹھیوں میں قید ہے۔

بیلی نے صرف آپ کا اور اپنا رشتہ بدلا ہے میرا ثمرہ اور مما، پاپا کا آپ سے رشتہ آج بھی وہی ہے وہ کبھی نہیں بدل سکتا پلیز...... بھائی۔“ ہچکیاں لیتے ہوئے وہ اتنا کچھ کہہ گئی کہ وہ فون بند کر دینے پہ مجبور ہو گیا۔

☆☆☆

چند روز پہلے عمارہ ”رضوی ولا“ آئی تو بیلی کو فارغ دیکھ کر زبردستی ”مرتضیٰ لاج“ لے گئی لیکن وہاں عالیہ بیگم کی طبیعت خراب دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

”پھوپھو کیا ہوا آپ بہت ویک ہو رہی ہیں۔“ بیلی نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ بیلی کو آج بھی اچھی طرح یاد تھا کہ اس کے نکاح میں بڑے ماموں اور عالیہ پھوپھو ہی خوش اور رضامند تھے انہوں نے بیلی کی رہی سہی رکاوٹیں دور کی تھیں اس کا ساتھ دیا تھا، وہ اس کے ساس سسر بھی تھے۔

”دعا کرو بیٹا جیتے جی میرا بیٹا مجھے نظر آ جائے، میں اس کو ایک بار دیکھ لوں، عمر بھر اسے اپنی آنکھوں سے دور رکھا لیکن اب......وہ کب آئے گا بیٹا؟ مجھے آویز واپس لا دو......“ وہ کہتے کہتے رو پڑیں اور بیلی پتھرا گئی وہ دم بخود بیٹھی تھی۔

وہ اپنی ضد کے باعث آویز کو دور کر کے دو ماؤں کے دلوں کی آہیں لے رہی تھیں۔ ان کے دلوں کو جلا کر وہ کیسے آرام سے رہ سکتی تھی۔

اسے بھی تو بے سکون ہونا ہی تھا اللہ نے اس کا قرار بھی چھین رکھا تھا۔

بہت دنوں سے اک فیصلہ اس کے دل و دماغ میں چکرا رہا تھا۔ وہ اپنی محبت اور آویز مرتضیٰ سے دستبردار ہوئی تب سب لوگوں کو سکھ میسر آ سکتا تھا اور وہ اپنی محبت سے اتنی آسانی سے کیسے دستبردار ہو سکتی تھی کچھ وقت درکار تھا اس شخص کو کھونے کے لیے جو اس کے بچپن کا ساتھی اور لڑکپن کا خواب تھا۔ جس کی محبت اس کے دل میں جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھنے سے پہلے ہی وارد ہو چکی تھی، جو اس کی سوچوں اور دھڑکنوں میں بس چکا تھا۔ وہ اس شخص کو چھوڑنے، اس فیصلے پہ قائم رہنے کی جدوجہد بھی کر رہی تھی۔ اپنے اعصاب مضبوط کر رہی تھی سوچوں نے زیادہ پریشان کیا تو کمرے سے نکل کر باہر لان کی سیڑھیوں پہ آ بیٹھی کھلی فضا میں سانس لینے کی غرض سے آسمان کو دیکھا اور بادلوں کی بھاگ دوڑ دیکھتی رہ گئی۔ سفید اُجلے اُجلے بادل تہ در تہ جمع ہوتے جا رہے تھے اور وہ ان کو دیکھتے ہوئے سوچوں کے گرداب میں جا اتری کافی دیر سے ثمرہ اسے ایک ہی پوزیشن میں دیکھ کر اس کو مخاطب کر بیٹھی تھی اور پھر بیلی کا فیصلہ جان کر ہکا بکا رہ گئی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

ہجر کی تمازت سے وصل کے الاؤ تک

لڑکیوں کے جلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

بات جیسی بے معنی بات اور کیا ہوگی؟

بات سے مکرنے میں دیر کتنی لگتی ہے

"یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟" حسام رضوی آج پہلی بار براہ راست بیلی سے مخاطب ہوئے تھے وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

"آپ ٹھیک سن رہے ہیں، آپ یہ رشتہ توڑ کر اپنے بیٹے کی شادی اپنی پسند سے کر سکتے ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں طلاق کے لیے تیار ہوں۔" وہ کہہ کے وہاں رکی نہیں فوراً پلٹ گئی اور وہاں موجود افراد ہکا بکا رہ گئے تھے۔ عائشہ بیگم تلملا اٹھی تھی۔

"چار سال پہلے اس لڑکی نے ہمیں خاندان بھر میں تماشا بنایا اور اب پھر نیا تماشا کھڑا کرنا چاہ رہی ہے اب کی بار میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔" انہیں رہ رہ کر غصہ آنے لگا تھا۔

"وہ ٹھیک کہہ رہی ہے عائشہ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا تم آویز سے بات کرلو وہ اپنی پسند سے شادی کرلے۔" حسام رضوی کہہ کے چلے گئے تھے۔ عائشہ بیگم کو اور جھٹکا لگا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے؟" جہاں آرا بیگم چپ نہ کر سکیں ثمرہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ ثمرہ بھی ان فیصلوں کو سن رہی تھی جن کا سرا ہی ہاتھ نہ آرہا تھا۔

امید تو بندھ جاتی تسکین تو ہو جاتی

وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا

نرم کشن کو بانہوں میں بھینچے اس میں منہ چھپائے وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی دل تھا کہ اپنے ہی فیصلے سے مکر رہا تھا لیکن بیلی اب اپنے آپ پہ جبر کرنا چاہتی تھی وہ حقیقتاً اب پہلے جیسی بیلی نہیں رہی تھی وہ یکسر بدل گئی تھی اس میں بہت سی تبدیلیاں آچکی تھیں اور یہ تبدیلیاں سب کو پہلی نظر میں ہی نظر آرہی تھیں آخر وہ چار سال سب کی بے رخی اور آویز مرتضیٰ کی جدائی کے ایندھن میں جلی تھی۔ چار سال اس نے کندن بننے میں لگائے تھے اور اب چار سالوں بعد بھی اپنے مقدر میں لاحاصل کی مہر درج کر رہی تھی اور پہ رونا تو فطری عمل تھا۔ وہ اندر سے نڈھال اور کھوکھلی ہو چکی تھی۔

بات بات پہ رونا آرہا تھا، گھر میں موجود اس کی ماں اور بہن بھی اس کا یہ شکستہ روپ دیکھ چکی تھی۔ نمرہ اور ثمرہ اس کو بہلانے کی کوشش کرنے لگی تھیں وہ ان سے چھوٹی تھی اگر غلطی کا احساس ہو چکا تھا تو وہ اب معافی کی حق دار تھی اور ان بہنوں نے اسے سچ مچ معاف کر کے پہلے جیسی بیلی تصور کر لیا تھا مگر عائشہ بیگم کو کون سمجھاتا جن کا بیٹا آج بھی ان سے دور رہا تھا، ہزاروں میلوں کے فاصلے پہ آنکھوں سے اوجھل، وہ بیلی کو آج بھی ناگواری سے دیکھتی تھیں۔

اچانک ہی گھر میں نمرہ کی شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے تھے ڈیٹ فکس ہو چکی تھی سب ہی بہت خوش تھے اور بیلی ان خوشیوں کو حسرت

سے دیکھتی رہ جاتی تھی......

آج واپسی پہ وہ ٹھٹک کے رہ گئی تھی آویز مرتضٰی کی آواز وہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی وہ برف کی طرف ٹھس کھڑی تھی۔

''ارے بیلی تم کب آئیں؟'' مبشر اپنے دو سالہ بیٹے کو بہلانے کے لیے باہر نکلا تو بیلی کو دیکھ کر ٹھٹک کے رک گیا پھر ایک دم مبشر کے چہرے پہ ایک جان دار سی مسکراہٹ اُمڈ آئی۔

''اندر آؤ دیکھو کون آیا ہے؟'' اس نے بیلی کی کلائی پکڑ کر ڈرائنگ روم میں لے جانا چاہا۔

''پلیز مبشر بھائی!'' وہ یکدم ہی ہوش میں آتے ہوئے اپنی کلائی چھڑا چکی تھی۔

''ارے یار تمہارا بہت اچھا اور برسوں پرانا دوست آیا ہے!'' مبشر باز نہیں آیا تھا۔

''پلیز مبشر بھائی مجھے جانے دیں......'' وہ روہانسی ہونے لگی بمشکل مبشر سے پیچھا چھڑا کر وہ اوپر اپنے بیڈ روم میں آئی۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے نجانے کتنی مرتبہ ٹھوکر لگی لیکن وہ پھر بھی رکی نہیں تھی اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا تھا۔ آویز مرتضٰی کو دیکھنا اور سامنا کرنا اب اس کے لیے دشوار ترین مرحلہ بن چکا تھا۔ وہ اپنے اندر اتنا حوصلہ ہی نہیں پا رہی تھی کہ اس کے روبرو ہو سکتی...... سوچوں کی یلغار کو چہرے پہ پانی کے چھینٹے ڈال کے منتشر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''مبارک ہو صاحب بہادر آئے ہیں!'' ثمرہ نے اس کے بیڈ روم میں داخل ہوتے ہوئے چہک کر کہا۔ بیلی اگنور کر گئی۔

''اے! آج تو مسکرا دو۔ آج تو ہمیں خوشیوں کا رخ روشن دیکھنا نصیب ہوا ہے!'' ثمرہ اپنی ایک سالہ بیٹی کو بیلی کے بیڈ پہ بٹھا چکی تھی اور بیلی کو خفگی بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

''بیلی کیا بات ہے کیوں اتنی روڈ ہو رہی ہو؟'' ثمرہ نے اس کا چہرہ اونچا کیا۔

''آپی آپ کی خوشیوں میں میرا کوئی وجود نہیں، میرا کوئی گزر نہیں پھر آپ لوگ مجھے کیوں اپنے معاملات میں انوالو کرتے ہیں؟'' رباب سپاٹ لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ثمرہ نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا۔

''ہم تمہیں اس لیے انوالو کرتے ہیں کہ تم ہمارا اور ہمارے معاملات کا حصہ ہو۔'' اس نے بیلی کو اپنے قریب بٹھا لیا۔

''نہیں میں سب سے الگ ہوں میرے معاملات......'' وہ بات کرتے کرتے رک گئی۔ آواز رندھ گئی تھی۔

''بیلی!'' ثمرہ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو بیلی چار سالوں کا ضبط تو ڈ بیٹھی اس کے ہاتھ سے نہ چاہتے ہوئے بھی صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔ ثمرہ اس کو بہلاتی خاموش کرواتی تسلیاں بھی دے رہی تھی اور جب وہ نہ سنبھلی تو اسے کھل کے رونے کا موقع دے دیا بہت دیر تک وہ ہچکیاں لیتی رہی اور پھر خود ہی چپ ہو گئی......

''کھانا کھا لیا ہے؟'' اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

''اچھا چلو نیچے چلتے ہیں ہم نے بھی ابھی نہیں کھایا۔'' ثمرہ بچی کو اٹھا کر اٹھنے لگی۔

''نہیں مجھے بھوک نہیں، میں نے کالج میں ہی برگر لے لیا تھا۔'' اس نے انکار کر دیا۔

''آر یو شیور؟'' اس نے اثبات میں گردن ہلا کر کہا تو ثمرہ چلی گئی اور وہ بیڈ پہ لیٹتے ہوئے چہرے پہ کشن رکھ چکی تھی۔

☆☆☆

لائیٹ اسکائی بلوکلر کے سوٹ میں ملبوس لڑکی کو وہ کافی دیر سے سیڑھیوں پہ کھڑا دیکھ رہا تھا، مشکل یہ تھی کہ وہ اس کی سمت پشت کیے فون پہ کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھی اور وہ جان نہیں پا رہا تھا کہ وہ کون ہے اسے جس کا شک ہو رہا تھا وہ ہرگز اس انداز میں نہیں ہو سکتی تھی۔

''اوکے پھر میں تمام نوٹس کالج میں ہی لے آؤں گی ہاں ٹھیک ہے اللہ حافظ۔'' وہ فون رکھ کے مڑی اور کتاب اٹھا کر راہداری عبور کر گئی۔

آویز مرتضٰی حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں اور اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''آپ نے اور کتنی دیر یہاں کھڑے رہنا ہے؟'' ثمرہ ڈرائنگ روم کی صفائی کرتے ہوئے آویز کو کافی دیر سے سیڑھیوں پہ کھڑا دیکھ رہی تھی پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو بے ساختہ مسکرا دی اور اب سیڑھیوں کے ستون کے قریب آ کر اسے مخاطب کر بیٹھی۔

''ثمرہ...... یہ...... یہ؟''

''جی ہاں یہ بیلی ہی ہے، مسز آویز مرتضٰی۔'' ثمرہ نے مکمل تعارف کا حوالہ دیا اور آویز لبوں کو سکیڑتے ہوئے سیڑھیاں اتر گیا۔

''کیوں اچھی نہیں لگی؟'' ثمرہ کی شرارت بھری آواز پہ اس کے قدم تھمے پھر سر جھٹک کے باہر نکل گیا، لیکن کافی دیر تک کچھ دیر پہلے کے منظر سے خود کو نہ نکال سکا۔ انتہائی دھیما لہجہ، انتہائی متوازن آواز اور مناسب پہناوا، یہ سب کچھ آویز کے لیے کافی حیران کن اور ناقابل یقین تھا۔

بیلی پہلے جیسی نہیں رہی وہ ان باتوں کو کبھی نہ مانتا لیکن اسے آج اندازہ ہو گیا کہ وہ بدل چکی ہے وہ پہلے جیسی نہیں رہی...... بیلی نے آویز سے نگاہ چرائی تھی وہ ان باتوں پہ یقین کرنے پہ مجبور ہو گیا تھا کیونکہ آج اتفاقاً ہی ان کا ٹاکرا ہوا تھا۔

''بیلی...... بیلی! نیچے آؤ پھوپھو بلا رہی ہیں۔'' ثمرہ نے آواز دی۔

''جی آ رہی ہوں!'' وہ آواز سن کے عجلت میں کمرے سے نکلی اور سیڑھیوں کی ریلنگ مڑتے ہی آویز سے بری طرح ٹکرا گئی۔ وہ اچانک اس حملے سے بوکھلانے کے باوجود اس کو تھام چکا تھا اور اچانک دونوں اک دوسرے کو دیکھنے پہ مجبور ہو گئے تھے رباب کے اعصاب تک جھنجھنا اٹھے تھے۔

آویز مدت بعد اس کو روبرو دیکھ رہا تھا۔ آویز کے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں بیلی کے دونوں بازو تھے۔ اسے اس گرفت اور اس لمس کا احساس ہوا تو فوراً ہی نظر چرا کر سائیڈ سے گزرتی چلی گئی...... وہ اس کے بدل جانے پہ اور بیگانے پن پہ ایمان لے آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوگ دوبارہ ڈرائنگ روم میں اک دوسرے کو دکھائی دیے۔

''ہم تمہیں اپنے گھر لے جانے آئے ہیں، تمہیں اب یہاں نہیں ہمارے ساتھ رہنا ہے۔'' عالیہ بیگم نے اس کے بال سنوارے اور اس کا ہاتھ تھام کے کہا۔ وہ ان کو استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''دیکھو نا بیٹا ثمرہ یہاں سے رخصت ہو کر مرتضٰی لاج گئی ہے، ثمرہ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے سسرال جائے گی اور تم یہاں سے

رخصت ہو کر یہاں ہی رہتی اچھی نہیں لگو گی نا اس لیے ہم چاہتے ہیں تم ہمارے گھر سے ہماری بیٹی بن کے سارہ اور عمارہ کی طرح رخصت ہو کر اپنے سسرال آؤ۔" عالیہ بیگم اور اسرار مرتضیٰ اس کو لینے آئے تھے لیکن وہ انکار کر بیٹھی۔

"میں یہ رشتہ توڑنا چاہتی ہوں۔ آپ رخصتی کے خواب مت دیکھیں......"

"کیا؟" وہ چکرا گئے تھے۔ آویز پہلو بدل رہا تھا اور غصہ دبا رہا تھا۔

"جی میں یہ بات پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ مجھے یہ رشتہ قائم نہیں رکھنا میں......"

حسام رضوی نے پہلی بار شدید ترین غصے کا اظہار کیا تھا۔

"بس بہت ہو گیا اب ایک لفظ بھی کہا تو......"

"کیوں؟ کیوں نہ کہوں؟ کیونکہ میں غلط ہوں؟ کیونکہ میں بری ہوں؟ کیونکہ میں نے ایک غلط بات سوچی غلط خواب دیکھا۔ غلط تمنا کی اور غلط راہ پہ چلی اس لیے نہ کہوں؟ لیکن پاپا میں غلط نہیں ہوں۔ میری سوچ میرا خواب، میری تمنا غلط نہیں ہے کیونکہ غلط آپ ہیں، آپ کا یہ معاشرہ غلط ہے آپ کے آس پاس بکھرے لوگ غلط ہیں۔ آپ لوگوں کی سوچیں غلط ہیں آپ لوگ برے ہیں آپ نے مجھے سب کچھ سکھایا...... میں نے جب یہ بات سوچی میری عمر کیا تھی؟ صرف چودہ سال! میرے شوق کیا تھے؟ کھیلنا اور چاکلیٹس کھانا یا پھر اپنوں سے شرارتیں! اس سے آگے میں کبھی جا ہی نہیں سکتی تھی لیکن مجھے غلط سوچوں والے لوگ غلط راہ پہ لے گئے میں کھیلتی تھی، میری مما کو اعتراض ہوتا تھا میں کیوں کھیلتی ہوں، مجھے سنجیدہ ہونا چاہیے، ٹک کر بیٹھنا چاہیے۔ میں کپڑے پہنتی تھی میری ماں اور دادی کو میرے کپڑے برے لگتے تھے۔ میں آویز مرتضیٰ کو وہی درجہ دیتی تھی جو ثمرہ اور نمرہ آپی دیتی تھیں، لیکن میری کزن رمشہ مرتضیٰ نے مجھے باور کروا دیا کہ بھائی صرف ماں جائے ہوتے ہیں کوئی دوسرا چاہے کزن ہو وہ بھائی نہیں ہو سکتا۔ میں نے بارہا ان سوچوں سے رخ موڑنے کی، دامن چھڑانے کی کوشش کی لیکن کسی نے مجھے دامن نہیں چھڑانے دیا۔ میں آویز مرتضیٰ کے قریب بیٹھتی تو میری دادی مجھے گھورتی تھیں، مجھے مشکوک نظروں سے دیکھتی تھیں مجھے احساس دلاتیں کہ کسی مرد کے کمرے میں نہیں جانا چاہیے یعنی مجھے احتیاط کرنا چاہیے۔ آپ بتائیں مجھے کیوں احتیاط کا درس دیتی تھیں۔ مجھے کیوں آویز مرتضیٰ کے مرد ہونے کا احساس دلاتی تھیں کس لیے دور رہنے کی ہدایت دیتی تھیں جو رشتہ ہمارے درمیان تھا اس میں تو احتیاط اور شک کا دور دور تک گزر ہی نہیں تھا، لیکن غلط لوگوں نے شک پیدا کر دیا۔

میری چھوٹی ممانی کا کہنا تھا کہ میری مما آویز مرتضیٰ کی شادی مجھ سے کرنا چاہتی ہیں اس لیے ثمرہ کی شادی پہلے کر دی اور آویز مرتضیٰ کی شادی ابھی تک نہیں کی اور مجھے اس بات پہ یقین کرنا پڑا کہ میری شادی آویز مرتضیٰ سے ہو سکتی ہے۔ جو شک اور جو سوچیں لوگوں نے مجھ میں انڈیلی تھیں میں ان کو حقیقت میں بدلنے کی متمنی ہونے لگی میں ان کی دی ہوئی رائی پہ پہاڑ بنانے لگی تھی۔ میں غلط سوچوں والے لوگوں کے ہمراہ چلتی غلط راہ پہ آ گئی اور ازل سے میری ضدیں میری خواہشیں پوری کرنے والوں نے زندگی کی اس ضد پہ مجھے کڑی سزا دی۔ مجھے دھتکار دیا۔

کیا اولاد سے غلطی ہو جائے تو ماں باپ معاف نہیں کرتے؟ کیا اولاد دکھ میں، تکلیف میں تڑپ رہی ہو تو اس کا احساس نہیں کرتے؟ غلطی ایک بار ہوتی ہے لیکن اس کو معاف کر دیا جائے تو وہ دوبارہ سر نہیں اٹھاتی، مگر آپ نے میری ایک غلطی کو ہی میرے لیے سزا بنا دیا۔ میں نے چار سال

اپنی ماں کی بے رخی دیکھی ہے۔ چار سال میری ماں نے مجھ سے بات نہیں کی۔ میں بیمار ہوئی تو مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ میں بھوکی رہی تو میری پروا نہیں کی چار سال جاگی، روئی، تڑپی لیکن میری ماں کو میرا احساس نہیں ہوا اور آپ خود...... پاپا! آپ نے چار سالوں میں کتنی بار مجھے پاس بٹھایا؟ پیار کیا؟ ایک بار بھی نہیں...... کبھی بھولے سے بھی میرا حال نہیں پوچھا۔ کیوں کہ میں گناہ گار تھی۔ کیا آپ کی بیٹی نہیں تھی اور میری بہنوں نے بھی مجھے اکیلا کر دیا۔ میں تنہا ہو گئی مجھے میرے اپنوں نے بیگانہ کر دیا میں اپنے آپ کے لیے بھی اجنبی ہو گئی۔ مجھے آپ سب نے اذیت دی، ٹارچر کیا...... میں اپنے زخم نہیں بھول سکتی ہاں...... جو خطا میں کر چکی ہوں اس پہ آپ سب سے معافی چاہتی ہوں لیکن اب میں اور دکھ اور اذیت نہیں سہہ سکتی سب اس رشتے پہ ناخوش تھے میں اس رشتے کو توڑ رہی ہوں میں آویز مرتضیٰ سے سب کے سامنے تعلق ختم کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولنے پہ آئی تو بولتی چلی گئی۔ وہاں موجود لوگ دم بخود دنگ سے بیٹھے تھے۔ بیلی کے آنسو اک تواتر سے بہہ رہے تھے وہاں موجود چند چہروں پہ بھی آنسو چمک رہے تھے۔ بیلی نے اپنی خطاؤں سے پردہ اٹھایا تو اور بہت سی ہستیوں کی خطائیں منظر عام پر آ گئی تھیں۔

اس نے اپنی غلطیوں کا تذکرہ کیا تو سب کی غلطیاں زیر بحث آ گئیں اور عدالت میں کھڑی رباب کہیں سے بھی غلط اور گناہ گار نہیں تھی۔ وہ آج بھی بچی کھڑی تھی، بالکل کورے کاغذ کی طرح، اس کا من آج بھی سلیٹ کی طرح صاف تھا۔ اس کو رشتوں کے غلط رخ دکھائے اور باور کرائے گئے تھے اور وہ بچپن کی حدود میں کھڑی سب کچھ دیکھتی اور ازبر کرتی گئی تھی۔ غلطی اس کی نہیں غلط انداز میں سمجھانے والوں کی تھی ان کا انداز فکر غلط تھا اور وہ جو سمجھتی گئی، وہی عمل کرتی گئی تھی، رائی ملی تو پہاڑ کھڑے کر بیٹھی۔

لیکن اب وہ سب کچھ جان چکی تھی سزا پا چکی تھی اب وہ وہی کرنا چاہتی تھی جو اس کی اپنی مرضی تھی۔

"پلیز آویز مرتضیٰ مجھے آپ سے......"

"بیلی!" وہ پلٹ کر آویز کے سامنے کھڑی اپنا مطالبہ کر رہی تھی جب عالیہ بیگم نے ہوش میں آتے ہی اٹھ کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا اس کو کچھ کہنے سے روک دیا تھا آویز مرتضیٰ بھی ہوش کی اذیت ناک دنیا میں لوٹ آیا تھا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

"پلیز پھوپھو مجھے اب اور کچھ بھی نہیں۔"

"دیکھو بیٹا تمہاری اس وقت طبیعت ٹھیک نہیں تم ہمارے ساتھ چلو آرام سے بات کریں گے۔ سسرال نہیں پھوپھو کا گھر سمجھ کر چلو۔" عالیہ بیگم اور اسرار مرتضیٰ اس کو زبردستی "مرتضیٰ لاج" لے آئے تھے...... وہ کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

☆☆☆

"وہ بالکل ٹھیک کہتی ہے غلطی اس کی نہیں سب لوگوں کی ہے تم خود سوچو اک معصوم بچے کے ذہن میں الٹی سیدھی باتوں کو بٹھانا کہاں درست ہے؟" اسرار مرتضیٰ اس کی بے گناہی کا اعتراف کر رہے تھے۔

"ہاں ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں آخر ان لوگوں کو......" سمیر بھی اسی نقطے پہ سوچ رہا تھا۔

"بس بیٹا لوگوں کی جتنی سوچ تھی وہ اسی پہ عمل کر سکتے تھے انہوں نے غلط انداز میں سمجھاتے سمجھاتے اس کو غلط راہ پہ دھکیل دیا اور اس کا

معصوم ذہن جو کچھ سکتا تھا اسی پہ عمل کر بیٹھا۔اس میں اس کا قصور نہیں ہم لوگوں کا قصور ہے ہم نے اسے بنا سوچے سمجھے بے اختیار کر دیا۔ہم لوگ بے وقوف ہوتے ہیں بے جا روک ٹوک سے خود ہی اپنی اولاد کو گمراہ کر دیتے ہیں جو بات ہمارے بچوں کے وہم و گمان میں نہیں ہوتی ہم ان کو وہ بات ہاور کروانا شروع کر دیتے ہیں اور جب وہ اس بات کو قبول کر لیتے ہیں اس پہ عمل پیرا ہوتے ہیں پھر ہمیں برا لگنے لگتا ہے ان پہ غصہ آنے لگتا ہے۔"

اسرار مرتضیٰ متفکر تھے کیونکہ بلی ابھی بھی علیحدگی پہ بضد تھی مگر وہ لوگ اس کی اس ضد پہ پریشان تھے۔اس کو روکنا چاہتے تھے اور وہ مان نہیں رہی تھی......

آخر یہ معرکہ اسرار مرتضیٰ اور عالیہ بیگم نے ہی سر کیا۔

"بیٹا ہماری لاج رکھ لو ہم نے یہ رشتہ جوڑا تھا ہم ہی تمہیں یہ رشتہ نبھانے کی التجا کر رہے ہیں اگر ناراض ہو تو ہم سب کی طرف سے معافی مانگتے ہیں۔" اسرار مرتضیٰ نرمی سے کہہ رہے تھے۔

اور رباب نے تڑپ کر ان کو روک دیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پلیز۔" وہ پشیمان لگ رہے تھے۔

"ہاں بیٹا تم درست ہو ہم غلط ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں جو رشتہ تم نے نادانی میں قائم کیا تھا اسے ختم مت کرو ہم سب نادم ہیں اور معافی چاہتے ہیں تم سب کچھ بھول کر ہماری خاطر اپنی زندگی کو نئی خوشی نئے سرے سے شروع کرو تاکہ ہمیں بھی خوشی ہو......"

اور رباب کو اپنے ماموں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا اس نے اپنی ضد چھوڑ دی ہتھیار ڈال دیے تھے اور پھر دونوں گھروں میں شادیوں کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

☆☆☆

"ارے یہ گانا بند کرو وہ لگاؤ جو اس وقت موقع پہ فٹ ہے!" ثمارہ نے رامین اور زرین کو کن انکھیوں سے اشارہ کیا کیونکہ آویز اس وقت "مرتضیٰ لاج" کسی کام کے سلسلے میں آیا ہوا تھا اور رباب زرد سوٹ میں ملبوس ڈرائنگ روم میں خاموش بیٹھی تھی۔پہلے اس کی رخصتی اور پھر ثمرہ کی رخصتی تھی۔ظہیر اور مبشر سے بات کرتے کرتے آویز کی نگاہ اس پہ اٹھی اور پھر پلٹ نہ سکی۔

آویز کی نگاہوں کے حصار نے رباب کو بھی چونکنے پہ مجبور کر دیا تھا۔اس نے تیزی سے گردن موڑ کر دیکھا۔سمیر، ظہیر اور مبشر وہاں سے کھسک چکے تھے۔آویز اکیلا ہی کھڑا تھا بلیک پینٹ پہ گرے ٹی شرٹ پہنے وہ دسمبر کی سردی سے لاپروا کھڑا تھا۔ثمرہ اور مبشر بیک وقت کھنکارے تو آویز چونکا اور رباب وہاں سے اٹھ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"یہ کیا تانکا جھانکی کیوں ہو رہی تھی؟ ہمارے گھر میں یہ سب کرنے پر پابندی ہے۔" مبشر بزرگ بنا کہہ رہا تھا اور ثمرہ مسکراہٹ دبا گئی۔

"اوکے میں چلتا ہوں۔" وہ پلٹ گیا، البتہ مبشر کو گھورنا لازمی سمجھا تھا۔

"چاچو میں بھی چلوں گا۔" انس نجانے کہاں سے بھاگتا ہوا آیا اور اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔

"یار تیرا چاچو دلہا بننے والا ہے اسے کسی بھتیجے کی خبر نہیں یہ پیار چند دن بعد میں جتالینا جب تک تیرا چاچو ہوش میں آ چکا ہوگا۔" معشر نے اس کو اپنی سمت کھینچا۔

"بکواس نہیں کرو یار لاؤ ادھر۔" آویز نے جھک کر اس کو اٹھالیا اور پھر اسے لے کر باہر نکل گیا۔

"کیوں کیا خیال ہے بیگم صاحب آپ کے بھائی کے رنگ بدلے ہوئے ہیں نا؟" معشر نے ثمرہ کو اشارہ کیا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر دوسری طرف مڑ گئی۔ رات کو مایوں اور مہندی کا ہنگامہ تھا ہر طرف بھاگ دوڑ مچی ہوئی تھی، ہر چہرہ جگمگا رہا تھا۔ رباب بہت چپ چپ تھی لیکن کسی نے بھی اس کی چپ کا نوٹس لینا اہم نہیں جانا تھا۔

"مرتضیٰ لاج" سے رخصت ہو کر وہ "رضوی ولا" آئی تو رسموں کا اک طویل دور شروع ہو گیا۔ عائشہ بیگم کا خوشیوں سے دمکتا چہرہ جہاں آرا بیگم کے ارمان، حسام رضوی کا مطمئن پرسکون انداز رباب دیکھ رہی تھی۔ پہلو میں بیٹھے آویز مرتضیٰ کو رباب نے یکسر فراموش کر رکھا تھا۔ مکمل اجنبیت کا اظہار تھا اس کے انداز میں اور آویز مرتضیٰ اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

بہت دیر بعد اس نے خود کو پرسکون محسوس کیا کیونکہ اسے بیڈ روم میں پہنچا دیا گیا تھا اور رسموں کا سلسلہ بھی بند ہو گیا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر پھولوں سے سجے بیڈ روم کو دیکھا۔ ڈریسنگ ٹیبل سے لے کر بیڈ اور بیڈ سے دروازے تک پھولوں کی دبیز تہہ تھی اور پھولوں کے انبار نے ماحول کو پرفسوں بنا دیا تھا آہٹ پہ رباب کا دل دھڑک اٹھا......

دروازہ بند ہونے کے بعد اسے قدموں کی چاپ سنائی نہ دے سکی لیکن پھر بھی ماحول میں ارتعاش ضرور محسوس ہوا تھا۔ وہ اپنا کوٹ ہینگر میں لٹکا رہا تھا۔ گھڑی اتار کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دی اور پھر آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ گلاس اٹھا کر جگ سے پانی انڈیلا اور گلاس ہاتھ میں لیے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ رباب نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے۔

"شادی مبارک ہو!" وہ آہستگی سے بھاری آواز میں مدت بعد بغلی سے مخاطب ہوا اس نے جھکی نگاہیں اٹھا کر یکدم اسے دیکھا...... وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیوں مبارک پہ بھی کوئی اعتراض ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ اس کا پارہ ہائی ہونے لگا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" اس کا لہجہ سخت تھا۔

"یہی کہ تمہیں تمہاری شادی مبارک ہو۔" اس نے شانے اچکائے۔

"فار یور کائنڈ انفارمیشن میں اس شادی پہ خوش نہیں ہوں۔" وہ لفظ چبا کر بولی۔

"اینڈ فار یور کائنڈ انفارمیشن میں اس شادی پہ بہت خوش ہوں۔" وہ اپنے الفاظ پہ زور دے کر بولا تو اس نے چونک کر آویز کو دیکھا۔ اس کے چہرے پہ دبی دبی مسکراہٹ کا عکس لہرا رہا تھا۔

"مسٹر آویز مرتضیٰ! میں مذاق نہیں کر رہی آپ سے شادی میری نادانی میری بھول تھی!" وہ دلہن بنی اس کے سامنے بیٹھی غصے میں تلملا رہی تھی۔

''مسز آویز مرتضیٰ! میں بھی مذاق نہیں کر رہا۔ آپ کی نادانی آپ کی بھول ہماری زندگی ہے اور ہم اپنی زندگی سے منہ نہیں موڑ سکتے، سچ ہے کہ آپ کے بغیر زندگی کا تصور سوہان روح ہے۔'' آویز کی باتیں اسے بہکی بہکی لگ رہی تھیں۔ وہ الجھ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟'' آویز نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا اور بیلی اس کی لودیتی گرفت سے خائف ہوگئی۔

''مجھے ہاتھ مت لگائیں۔''

''اچھا تو پھر کس کو لگائیں؟'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے شرارت سے بولا تو بیلی بھڑک اٹھی۔

''شٹ اپ! یہ سب نہ تو مذاق ہے اور نہ ہی کھیل آپ کو طنز کرنے کا حق نہیں۔'' وہ سنجیدہ تھی۔ آویز بھی سنبھل گیا۔

''یار کون مذاق کر رہا ہے، کون طنز کر رہا ہے میں سمجھ نہیں پا رہا؟''

''آپ کر رہے ہیں، آپ صرف آپ!'' وہ پھر بولی آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

''یہ لو پانی پی لو میں پہلے ہی انتظام کر کے بیٹھا ہوں۔'' آویز کی بات پر اس نے توجہ نہیں دی، اسی طرح روتی رہی۔

''کچھ تو احساس کر لو میں تمہارا شوہر ہوں۔'' وہ اس کا حصار پا کر بے اختیار ہوگئی اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

''ایم سوری رباب! میں سب کچھ اچھی طرح جانتا ہوں اور سمجھتا بھی ہوں تم ٹھیک تھیں لیکن بیلی میرا غصہ بھی بجا تھا کیونکہ تمہارا فیصلہ میرے کردار کو مشکوک کر رہا تھا۔ سب کی نظر میں، میں مجرم بن رہا تھا لوگ مجھے بھی تمہارے ساتھ اس فیصلے میں ملوث کر رہے تھے اور میں بے قصور ہو کر بھی قصوروار بن گیا۔ میری شرمندگی میرا غصہ بن گئی کیونکہ سب کچھ اچانک ہوا تھا اور پھر تم سے دور جا کر مجھے احساس ہوا کہ ہم حقیقتاً ایک دوسرے سے دور نہیں رہ سکتے اور ہم کبھی نفرت بھی نہیں کر سکتے۔ ہم میں شروع سے محبت کا رشتہ تھا اور وہی رشتہ مجھے تمہاری طرف مائل کرنے لگا اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے میری کزن کو بروقت میری بیوی بنا کر مجھے پابند کر دیا ورنہ اتنی خوب صورت حسینہ میری بانہوں میں منہ چھپائے بھلا کب رہ سکتی تھی۔'' بات کرتے کرتے اس نے سرگوشی کی تو بیلی کو اس کے حصار کا احساس ہو گیا۔ وہ کانوں کی لو تک سرخ پڑ گئی اور اس سے الگ ہونے لگی۔

''تم جانتی بھی ہو اب تمہاری تمام کوششیں بے سود ہیں۔''

''پلیز!'' بیلی کی پلکیں جھک گئیں۔ آواز لرز رہی تھی۔

''تم نے چند روز پہلے سب کی غلطیوں کا اعتراف کیا تھا۔ اپنی غلطی کا اعتراف کیوں نہیں کیا؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے آویز کی اور دیکھا۔

''کہ تم نے بھی محبت کرنے کی گستاخی کی تھی اور پھر مجھے بھی مجبور کر دیا۔'' وہ شریر ہو رہا تھا۔ بیلی کو اس کے انداز اور نگاہوں سے خوف آ رہا تھا۔

''بہت دلکش لگ رہی ہو۔'' رونمائی کا تحفہ دیتے ہوئے اس کا لہجہ مخمور ہوا تو وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی لیکن اب وہ خود اس سے چھپ نہیں سکتی تھی، فرار کے راستے بند تھے۔

صبح صبح ہی لڑکے آویز کو لینے پہنچ گئے اور مجبوراً وہ نیند میں گرتا پڑتا شاور لے کر چلا گیا تھا اور بعد میں لڑکیاں اس کے گرد ہو گئیں، کچھ دیر بعد نمرہ کی رخصتی کے لیے تیاریاں ہونے لگی تھیں۔

بیلی، ثمرہ کے کمرے سے ثمرہ کے ساتھ نکل رہی تھیں جب عائشہ بیگم سے سامنا ہو گیا بیلی، ماں کو روبرو دیکھ کر ٹھٹک چکی تھی۔

"سوری مام!" اس نے ماں کے بے اختیار ہاتھ تھام لیے اور عائشہ بیگم نے بھی بیٹی کو بانہوں میں بھینچ لیا۔

"میری جان! میں خود پشیمان ہوں میری غلطی تھی غصے میں تجھے فراموش کر بیٹھی اپنی بیٹی کو رلاتی تھی۔" دونوں ماں بیٹی رو رہی تھیں۔ آویز نے آکر ان کو الگ کیا۔ اس نے عائشہ بیگم کے آنسو پونچھے۔ بیلی سر جھکائے اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔ آویز نے عائشہ بیگم کے کندھوں کے گرد بازو پھیلا کر اشارہ کیا۔

"مما میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ اگر یہ بگڑ گئی تو سنوار بھی میں ہی لوں گا، جو بگاڑنا جانتے ہیں وہ سنوارنا بھی جانتے ہیں......" اس کی بات پہ وہ مسکرا دیں۔

"اوکے مام! آپ جلدی سے ثمرہ کو روم سے نکالیں، بارات میرج ہال میں پہنچنے ہی والی ہے، ہم ابھی تیار ہو کر آ رہے ہیں۔" وہ تیزی سے کہتا رباب کو ساتھ لیے پلٹ گیا۔ عائشہ بیگم ہنستی ہوئیں اندر چلی گئیں۔

"پلیز کیا کر رہے ہیں، پاگل ہو گئے ہیں آپ؟" بیلی اسے دروازے بند کرتے دیکھ کر خفگی کا اظہار کرنے لگی۔

"ہیپی نیو ائیر......" آویز نے مسکرا کر کہے اور گفٹ اس کے سامنے کر دیا۔

آج یکم جنوری تھی۔ نیا سال شروع ہو رہا تھا اور شادی کے ہنگاموں میں کسی کو بھی اک دوسرے کو وش کرنے کا خیال ہی نہیں تھا۔ رباب نئی زندگی کی شروعات نئے سال کے سنگ دیکھ کر مسکرا اٹھی۔

"آپ کو بھی نیا سال مبارک ہو!" وہ بکے سے ایک گلاب نکال کر آویز کی سمت بڑھاتے ہوئے بولی۔

"ساتھ میں کچھ اور بھی ہونا چاہیے نا؟" وہ شرارت سے دیکھ رہا تھا بیلی یکدم پلٹ کر پیچھے بھاگی اور آویز نے لپک کر اس کو تھام لیا۔ بے اختیار ہی دونوں کے قہقہے گونج اٹھے۔ سچی خوشیوں کا خمار ان کی ہنسی ان کی شرارتوں میں اتر رہا تھا۔ نیا سال ان کے لیے خوشیاں اور بہاریں لے کر آیا تھا۔

(ختم شد)